وذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین

تاریخ الامّت

حصّہ سوم

خلافت بنی اُمیّہ

مُصنّفہ

مولانا حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

اُستاد تاریخ اسلام، جامعہ ملّیہ اسلامیہ دہلی

مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی

تاریخ الامّت

حصّہ سوم

خلافت بنی اُمیّہ

مولانا محمّد اسلم صاحب جیراجپوری
اُستاذ تاریخ اسلام جامعہ ملّیہ اسلامیہ، دہلی

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ دہلی

قیمت

صدر دفتر
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
جامعہ نگر، نئی دہلی

شاخ دہلی
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
اردو بازار
دہلی ۶

شاخ بمبئی
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ
پرنس بلڈنگ
بمبئی ۳

فروری سنہ ۱۹۵۶ء

بار چہارم ...... ایک ہزار

کوہ نور پریس، دہلی

فہرست مضامین تاریخ الامت حصّہ سوم

تاریخ الامّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصّہ سوم

خلافت بنی امیّہ

امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف زمانہ جاہلیت میں ساداتِ قریش میں ممتاز اور بلحاظ شرف اور رتبہ کے اپنے چچا ہاشم بن عبد مناف کے مقابل تھے۔ اُن کا تجارتی کاروبار بھی بہت زیادہ تھا اور دولت و ثروت میں قبائلِ قریش میں کوئی اُن کا ہمسر نہ تھا۔ بھائی بندوں اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے اُن کی شوکت اور قوت بھی زیادہ تھی۔ امیہ کے دس بیٹے تھے۔ حرب ابو حرب۔ سفیان۔ ابو سفیان۔ عمرو۔ ابو عمرو۔ عاص۔ ابو العاص۔ عیص۔ ابو العیص۔

یہ سب کے سب عظماء قریش سے تھے۔ چنانچہ جنگ فجار میں حرب بن امیہ تمام قبائلِ قریش کے سپہ سالار تھے۔ اور جب انھوں نے دیکھا کہ یہ منحوس لڑائی بڑھتی جاتی ہے تو جس قدر خون ہوئے تھے سب کی دیت اپنے ذمہ لے کر باہم صلح کرا دی اور اپنے بیٹے ابو سفیان کو مال کی ادائیگی تک رہن رکھ دیا اس سے ان کا نام ملک میں مشہور ہوگیا۔

حرب بن امیہ اور عبد المطلب بن ہاشم ہمدم و ہم نشین تھے اور ان میں باہم بہت الفت تھی۔ یہی الفت ان کے بعد ابو سفیان بن حرب اور عباس بن عبد المطلب میں رہی۔

بنی امیہ اور بنی ہاشم میں جیسا کہ بعض ناواقفوں کا گمان ہے کسی قسم کی عداوت اور دشمنی نہ تھی۔ البتہ کبھی کبھی خاندانی معاملات میں حریفانہ رشک واقع ہو جاتا تھا جیسا کہ اکثر بڑے گھرانے کی شاخوں میں ہوا کرتا ہے۔ قریش میں عبد مناف کے یہ دونو خانوادے اسباب شرف کے لحاظ سے ممتاز تھے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو جس طرح بنی ہاشم کے بعض لوگ اسلام لائے اسی طرح بنی عبد شمس کے بھی بعض لوگوں نے اس کو قبول کر لیا۔ لیکن آنحضرت ؐ کی حمایت خاندانی عصبیت کی وجہ سے بنی ہاشم نے کی اور یہ شرف انہیں کو حاصل ہوا۔

جب مشرکین مکہ نے دار الندوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ کیا تو اُس میں تمام قبائل قریش شریک تھے لیکن بنی ہاشم میں سے ابولہب کے سوا کوئی نہ تھا۔

ہجرت کے بعد جنگ بدر میں مشرکین قریش کا سردار عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس تھا اور جب اس لڑائی میں اکثر رؤسا مکہ مقتول ہو گئے تو قریش کے رئیس اعظم ابو سفیان بن حرب قرار پائے۔ جنگ احد و احزاب میں وہی مشرکین کے سپہ سالار تھے

۸ھ میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے لئے لشکر لے گئے تو ابو سفیان کو حضرت عباس اپنے ساتھ بارگاہ نبوی میں لائے اس وقت اُنھوں نے اسلام قبول کیا اور چونکہ وہ فخر پسند آدمی تھے۔ اس لئے حضرت عباسؓ کی استدعا پر آنحضرتؐ نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص مسجد حرم یا ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو امان ہے یعنی آپ نے ازراہ تالیف قلب کعبہ اور ابو سفیان کے گھر کو بلحاظ امان کے برابر قرار دیا یہ شرف اُن کی بڑی عزت کا باعث ہوا۔

زیادہ تر بنی امیہ و نیز عام اہل قریش فتح مکہ کے دن اسلام میں داخل ہوئے۔ آنحضرتؐ

ان کے اسلام لانے سے بہت خوش ہوئے اور ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ اُن سے ملتے رہے مکہ کا والی بھی بنی عبد شمس کے ایک نوجوان عتاب بن اسید کو مقرر فرمایا۔

حضرت ابو بکر رضؓ کے زمانہ میں جب زیادہ تر اہل عرب مرتد ہو گئے تو یہی سرداران قریش اپنی تاخیر اسلام کی تلافی کے لئے مستعد ہوئے اور نہایت جانبازی اور سر فروشی کے ساتھ انھوں نے نئے سرے تمام ملک عرب میں اسلام کو قائم کیا۔ شام کی لڑائیوں میں بھی بڑے شوق سے جا کر شریک ہوئے اور وہ عظیم الشان کام انجام دیئے جن سے ان کے اُس گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے جس کے شروع شروع میں یہ اسلام کی اشاعت میں رکاوٹ ڈال کر مرتکب ہوئے تھے۔

بنی امیہ میں سے جن لوگوں نے فتوحات شام میں نمایاں حصہ لیا ان میں خود حضرت ابو سفیان ہیں جو وہاں کے اکثر معرکوں میں شریک رہے۔ نیز اُن کے بیٹے یزید بن ابی سفیان ہیں جن کو حضرت ابو بکر نے ان چاروں لشکروں میں سے جو شام میں بھیجے گئے تھے ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ پھر دمشق کی فتح ہونے پر ان کو وہاں کا والی کر دیا۔ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی یہ اپنے عہدے پر قایم رہے۔ ان کے بھائی معاویہ بن ابی سفیان بھی شام کے ایک ضلع کے عامل مقرر کئے گئے۔

یزید نہایت متقی۔ نیک نہاد۔ شجاع اور بیدار مغز رئیس تھے طاعون عمواس میں جب وہ انتقال کر گئے تو حضرت عمر نے دمشق کو بھی امیر معاویہ کے رقبۂ حکومت میں شامل کر دیا امیر معاویہ میں سیاست۔ حسن تدبیر۔ امانت داری اور حلم ایسی صفتیں تھیں کہ حضرت عمر ہمیشہ ان سے خوش اور ان کے مداح رہے۔ حضرت عثمان کے عہد میں اُن کی ولایت میں پورا ملک شام آگیا اس صوبہ کے تمام عمال کو خود ہی مقرر کرتے تھے۔ قریش اور بنی عبد شمس کے بہت سے سرداران کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے ان کو فوجی خدمات پر لگایا اور اُن کی مدد سے فوج کو مطیع اور کار گذار اور رعایا کو وفادار اور فرماں بردار بنا لیا۔ رومیوں کو متعدد شکستیں دیں اور جزیرہ قبرص کو فتح کیا۔

الغرض بنی امیہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں محترم اور ممتاز تھے اسلام میں بھی انھوں نے اپنے کارہائے نمایاں سے وہی سیادت اور عظمت حاصل کر لی۔

بنی امیہ کی دو شاخیں ہیں جن کو شہرت اور خلافت نصیب ہوئی۔ ایک حرب کی دوسری ابوالعاص کی۔ حرب کی اولاد میں سے تین اور ابوالعاص کی اولاد میں سے دس خلیفہ ہوئے۔

شجرہ یہ ہے

حرب
ابوسفیان
(۱) معاویہ اول
(۲) یزید اول
(۳) معاویہ ثانی

ابوالعاص
حکم
(۴) مروان
(۵) عبدالملک — عبدالعزیز — محمد
(۶) ولید — (۷) سلیمان — (۹) یزید ثانی — (۱۰) ہشام
(۱۲) یزید ثالث — (۱۱) ولید ثانی
(۸) عمر
(۱۳) مروان ثانی

امیر معاویہ بن ابی سفیان رض

خلافت بنی امیہ کے بانی امیر معاویہ ہجرت سے پندرہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کا سلسلۂ نسب یہ ہے۔

معاویہ بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

فتح مکہ کے دن جب کہ ان کا سن ۲۳ سال کا تھا اہل قریش کے ساتھ اسلام لائے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کے ساتھ مدینہ آئے اور کاتبانِ وحی میں شامل کئے گئے۔ حضرت ابوبکر نے اپنے عہدِ خلافت میں ان کو ایک فوج دیکر یزید بن ابی سفیان کی امداد کے لئے شام کی طرف بھیجا۔ صیدا۔ عرقہ۔ جبیل۔ بیروت وغیرہ کی فتوحات میں مقدمہ لشکر انھیں کی ماتحتی میں تھا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں اردن کے حاکم مقرر ہوئے اور جب ان کے بھائی یزید

نے طاعونِ عمواس میں وفات پائی تو ارون کے ساتھ دمشق کی ولایت بھی ان کو ملی۔ حضرت عثمان کے عہد میں ملک شام کے والی عام ہو گئے اور بری و بحری فوجیں تیار کر کے اس کو اسلام کا قوی ترین صوبہ بنا دیا۔

حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد مدینہ میں حضرت علیؓ کی خلافت کی بیعت ہوئی تو اُن کی معزولی کا فرمان صادر ہوا۔ انھوں نے یہ الزام رکھ کر کہ علیؓ خلیفہ مظلوم کے قاتلوں کے حامی ہیں ان کی خلافت کو نہیں تسلیم کیا اور حضرت عثمانؓ کے قصاص کے مطالبہ کے لئے تیار ہوئے اہل شام نے بھی ان کا ساتھ دیا بالآخر فریقین میں میدان صفین میں جنگ ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ بہت کشت وخون کے بعد دونوں نے ایک ایک پنچ مقرر کیا کہ وہ ازروئے قرآن کے باہمی نزاع کا فیصلہ کر دیں۔ پنچوں نے اپنے فیصلہ میں حضرت علیؓ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے معزول کیا اور امت کو یہ اختیار دیا کہ وہ خود مشورہ کر کے جس کو مناسب سمجھے خلیفہ منتخب کرے اہل شام نے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی یہ شام کے خلیفہ ہو گئے اور حضرت علیؓ عراق کے امام رہے۔ حضرت علیؓ کی زندگی تک یہ باہمی اختلاف قائم رہا۔ جب وہ قتل ہو گئے تو امام حسنؓ نے یہ دیکھ کر امت کی مصلحت کا لحاظ کر کے مزید خون ریزی اور جنگ کو پسند نہ کیا اور ان کے ساتھ مصالحت کر لی۔ ۲۵ ربیع الاول ۴۱ھ کو اُن کے ہاتھ پر بیعت عام ہوئی اُس وقت سے یہ کل عالم اسلامی کے خلیفہ ہو گئے۔

ان کا انتخاب عام نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اہل شام نے خود اپنی خوشی سے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور اہل عراق نے مغلوب ہو کر اُن کی خلافت کو تسلیم کیا تھا۔ لیکن آخر میں یہ مغلوبیت رضامندی سے بدل گئی۔ اس طرح فرقہ خوارج کے سوا تمام امت کے نزدیک اِن کی خلافت مسلم ہو گئی۔

فرقہائے امّت

امیر معاویہ کے ہاتھ میں جس وقت زمام خلافت آئی اس وقت اُمت کے تین سیاسی

فرقے تھے۔

(۱) شیعہ بنی امیّہ :- اس میں کل اہل شام اور دیگر دیار و امصار کے لوگ بھی شامل تھے۔

(۲) شیعہ علیؓ :- اس میں زیادہ تر اہل عراق اور کچھ لوگ مصر کے تھے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ امامت کا حق صرف حضرت علیؓ کو اور ان کے بعد ان کی اولاد کو حاصل ہے۔

(۳) خوارج :- یہ سابقہ دونوں جماعتوں کو دین سے خارج اور اُن کے خون کو حلال سمجھتے تھے اور اپنے عقیدہ میں نہایت سخت اور خونریزی اور جنگ میں بہت بیباک تھے۔

امیر معاویہ کو بھی حضرت علیؓ کی طرح خوارج کے معاملہ میں بڑی دشواری پیش آئی کیونکہ اس جماعت کو اپنے عقیدہ میں سخت غلو تھا اور اس پر ہر وقت جان دینے کو تیار رہتی تھی۔ جب کوفہ میں امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو فروہ بن نوفل اشجعی پانسو خارجیوں کو لے کر علانیہ مخالفت کے لئے نکلا اور مقام نخیلہ میں ٹھہرا۔ اس کے مقابلہ کے لئے شامی فوج کا ایک دستہ آیا لیکن شکست کھا گیا۔ امیر معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ یہ لوگ تمہارے ہی قبیلہ کے ہیں جا کر ان کو سمجھاؤ اور واپس لاؤ کوفہ کے لوگ گئے۔ ہر چند ان کو واپس لانے کی کوشش کی لیکن کچھ بھی کارگر نہ ہوئی۔ خوارج نے کہا کہ معاویہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن ہیں۔ ہم کو ان کے ساتھ لڑنے دو۔ اگر ہم نے فتح کر لیا تو ایک متفقہ دشمن تباہ ہوا۔ نہیں تو ہم خود فنا ہو جائیں گے۔

قبیلہ اشجع نے فروہ کو زبردستی سے پکڑ کر باندھ لیا اور اپنے ساتھ کوفہ میں لائے۔ خوارج نے اس کے بجائے عبداللہ بن ابی الحوسار کو اپنا سردار بنا لیا۔ کوفیوں نے اُن کے ساتھ لڑائی کی۔ عبداللہ مارا گیا۔ اس کے بجائے حوثرہ اسدی خارجیوں کا رئیس ہوا۔ اس کے ساتھ کل ۱۵۰ آدمی تھے۔

امیر معاویہؓ نے ابو حوثرہ کو بھیجا کہ تم جا کر اپنے بیٹے کو سمجھاؤ۔ وہ گئے لیکن انکی فہمائش کا حوثرہ پر کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر میں انھوں نے کہا کہ اب میں تیرے بچہ کو لاتا ہوں، جب تو

اسے دیکھے گا تو اس کی محبت کی وجہ سے اس بغاوت سے باز آجائے گا۔ حوثرہ نے کہا کہ میں اپنے بچہ کی بہ نسبت راہِ حق میں اس نیزہ کی انی کا زیادہ شائق ہوں جو میرے جگر سے پار ہو جائے اور جس کے زخم سے تڑپ تڑپ کر جان دیدوں۔

ابو حوثرہ نے یہ تمام کیفیت آکر امیر معاویہؓ کو سنائی۔ انھوں نے کہا کہ اس کا سودا بہت بڑھ گیا ہے۔ اس کے بعد کوفہ سے ایک فوج اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجی۔ حوثرہ نے اُن سے کہا کہ ظالمو! کل تک تم معاویہؓ کو باغی سمجھ کر اُن کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار تھے اور آج ان کی خلافت کو قائم کرنے کے لئے تلوار اُٹھائی۔ اللہ تم سے سمجھے۔

حوثرہ کے مقابلہ میں خود ان کے باپ گئے۔ اس نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ کسی اور سے مقابلہ کیجئے۔ یہ کہکر وہ دوسرے کوفیوں پر حملہ آور ہوا۔ بنی طے کے ایک شخص نے اس کو قتل کر ڈالا۔ لیکن جب دیکھا کہ اس کی پیشانی پر سجدہ کا گہرا داغ ہے تو بہت پچھتایا اور افسوس کیا۔ خوارج کی جماعتیں اسی طرح سلسلہ وار نکلنے لگیں۔ یہاں تک کہ تمام عراق پر اُنکا خوف چھا گیا۔ امیر معاویہؓ نے یہ مناسب سمجھا کہ اس صوبہ میں کار آزمودہ مدبروں کو والی مقرر کریں جو حسن سیاست سے اس قسم کی شورشوں کا انسداد کرسکیں۔ چنانچہ انھوں نے مغیرہ بن شعبہ اور زیاد بن سمیّہ دو شخصوں کو منتخب کیا۔

زیاد

زیاد شیعۂ علیؓ میں سے تھے اور ان کی طرف سے فارس کے والی مقرر تھے۔ امیر معاویہؓ نے اُن کے سلیقۂ حکومت کو دیکھ کر مغیرہ کو ان کے پاس امان نامہ دیکر بھیجا۔ جب وہ آئے تو اُن سے فارس کا حساب طلب کیا۔ جو کچھ حساب انھوں نے پیش کیا اس کی تصدیق کردی۔ ۴۴ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد کو اپنے خاندان میں شامل کیا کیونکہ بعض لوگوں نے یہ بیان کیا کہ زیاد کی والدہ سُمیّہ کے ساتھ ابوسفیان نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور یہ اُنھیں کے بیٹے ہیں۔ اس وقت سے یہ زیاد بن ابی سفیان کہے جانے لگے۔ لیکن اکثر لوگ

اس نسبت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

زیاد نے ایک بار ام المومنین حضرت عائشہؓ کو کوئی خط بھیجا۔ اس میں لکھا تھا کہ "از جانب زیاد ابی سفیان"، مقصد یہ تھا کہ وہ بھی اس کنیت سے مخاطب کریں تو یہ مسلم ہو جائے انھوں نے جواب میں زیاد بن ابی سفیان کے لکھا کہ "میرے بیٹے زیاد" ۵

۴۵ھ میں امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ کا والی کیا۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اہلِ بصرہ بالعموم شرپر اور فاسق ہیں اور اُن کے اُوپر سختی کرنے کی ضرورت ہے اس لئے جامع مسجد میں ایک زبردست تقریر کی جو خطبۂ بتیرار کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کو اللہ کی حمد سے شروع نہیں کیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ (خطبۂ تبرا۔ ادھوری تقریر۔ خوشحالی)

تم لوگوں نے احکام الٰہی کی پابندی چھوڑ رکھی ہے اور عذابِ آخرت کا تم کو خوف نہیں رہا۔ تمہاری نیکیاں کم اور شرارتیں زیادہ ہیں۔ چوریاں کرتے ہو اور ایک دوسرے کا مال حلال سمجھتے ہو۔ تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر اور قبیلہ کے لوگوں کو بُرائیوں سے روکے ورنہ گنہگار کے عوض میں بیگناہ کو سزا دوں گا اور بھاگنے والے کے بدلے میں مقیم کو پکڑوں گا۔ جس کا جس قدر مال چوری جائے میں اس کا ضامن ہوں کہ کوئی شخص رات کو باہر نہ نکلے ورنہ قتل کیا جائیگا۔ جو شخص کسی کا گھر جلائے گا میں خود اس کو جلا دوں گا۔ جو کسی کے گھر میں نقب لگائے گا میں اس کا دل چیر ڈالوں گا۔ جاہلیت کا کسی قسم کا دعویٰ اگر کسی کی زبان سے سنوں گا تو اس کی زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔

جو لوگ میرا حکم مانیں گے میں اُن کے ساتھ اچھا سلوک کروں گا۔ مجھ کو یہاں کے بعض لوگوں کے ساتھ عداوت تھی لیکن ان کو ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ میں نے اس کو اپنے دل سے نکال دیا۔ جو شخص خیر خواہی کرے گا میں اس کا خیر خواہ ہوں اور جب تک مجھ سے رو در رو مقابلہ کیلئے نہیں آئیگا خواہ وہ دل میں میرا کتنا ہی بدخواہ

کیوں نہ ہو میں اس کی گرفت نہیں کروں گا۔ میں کسی کی تنخواہ اور روزینہ بند نہیں کروں گا اور نہ میرا دروازہ کسی کے لئے بند ہے۔ ہر حاجتمند میرے پاس جس وقت چاہے خواہ آدھی رات کیوں نہ ہو آئے میں اس کی ہر حاجت کو پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔

عبداللہ بن حصن کو شہر کا کوتوال مقرر کیا عشار کی نماز میں تاخیر کرتے اس کے بعد انتظار کرتے کہ آدمی اطمینان کے ساتھ سورۂ بقر پڑھ لے اور مسجد سے شہر پناہ تک جا سکے۔ پھر عبداللہ بن حصن کو حکم دیتے وہ سپاہیوں کو لے کر شہر میں گشت لگاتے جو شخص ملتا اس کو قتل کر دیتے۔ یہاں تک کہ ایک رات ایک بدو ملا جو شہر کے کسی گوشہ میں اپنی بکریاں لیکر ٹھہر گیا تھا۔ عبداللہ نے اس کو پکڑ لیا اور زیاد کے پاس لائے۔ انھوں نے پوچھا کہ کیا تجھ کو امیر کا یہ حکم معلوم نہیں کہ رات کو جو شخص شہر میں سڑک پر ملے گا قتل کر دیا جائے گا۔ اُس نے کہا کہ مجھے مطلق علم نہیں۔ میں تو رات زیادہ گزر جانے کی وجہ سے مجبوراً یہاں رہ گیا تھا زیاد نے کہا اگرچہ تیرا بیان صحیح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن تیرے قتل میں اُمت کی مصلحت ہے۔ آخر اس کو قتل کر دیا۔

زیاد کی اس سختی کی وجہ سے شہر کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ کسی کے ہاتھ سے سڑک پر کوئی چیز گر جاتی تو کوئی شخص اس پر نظر بھی نہ ڈالتا یہاں تک کہ مالک ہی خود آ کر اس کو اُٹھاتا تھا۔ اور لوگ بالعموم راتوں کو بھی دوکانوں اور مکانوں کے دروازے بند نہیں کرتے تھے۔ چوری۔ غارت گری۔ لڑائی وغیرہ سب بند ہو گئی۔ راستوں کی حفاظت کے لئے بھی اُنھوں نے چوکیاں قائم کیں اور کارواں اور مسافر لوٹ سے محفوظ ہو گئے۔

خوارج کے ساتھ اُن کا برتاؤ اسی کے مطابق تھا جو اُنھوں نے خطبہ میں کہا تھا۔ یعنی جب تک کوئی مقابلہ کے لئے نہیں اُٹھتا تھا اس وقت تک اس سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن اُن کو یہ معلوم ہوا کہ بنی سعد کا ایک شخص خارجی ہے۔ اس کو گرفتار کرایا۔

جب وہ آیا تو اس سے دریافت کیا۔ اُس نے حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ کی تعریف کی اور حضرت عثمانؓ کا نام نہیں لیا۔ زیاد نے اس پر سختی کرنی چاہی۔ اس نے کہا کہ آپ نے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص ہمارے مقابلہ میں نہ آئے خواہ وہ دل میں کتنی ہی مخالفت رکھتا ہو اُس کی گرفت نہیں کی جائے گی۔ اب اس کے خلاف مجھے کیوں سزا دی جاتی ہے۔ زیاد نے اس بات کو تسلیم کیا اور رہا کر کے خلعت و انعام بخشا۔

زیاد وہاں کے لوگوں کو اپنے پاس بُلاتے تھے۔ اُن کے ساتھ بیٹھتے تھے اور اُن کی خاطر و مدارات کرتے تھے۔ ایک بار اُن کو معلوم ہوا کہ ابو الخیر جو ایک بہادر اور عقلمند شخص ہے خوارج کا ہمخیال ہے۔ اُس کو بُلایا اور جند یسابور کا عامل مقرر کر کے بھیجدیا۔ چار ہزار درہم ماہوار اس کی تنخواہ کردی۔ اس کے بعد سے ابو الخیر کہا کرتا تھا کہ جماعت سے خارج ہونا بڑی غلطی ہے۔

۵۱ھ میں مغیرہ بن شعبہ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کی ولایت بھی سپرد کی۔ اس وقت سے وہ سال بھر میں چھ مہینے بصرہ اور چھ مہینے کوفہ میں رہنے لگے۔

اہل کوفہ حکام کی تحقیر اور حکومت کی خلاف ورزی کے عادی تھے۔ زیاد نے جب وہاں جا کر جامع مسجد میں اپنی تقریر شروع کی تو بعض لوگوں نے ان کے اوپر سنگریزے پھینکے اُنھوں نے فوراً خطبہ روک دیا اور مسجد کے دروازے کو بند کرا کے ایک کرسی منگوا کر وہاں بیٹھ گئے۔ چار چار آدمیوں کو بُلا کر قسم لیتے تھے کہ انھوں نے سنگ ریزے نہیں پھینکے ہیں۔ جو قسم کھا لیتا اُسے چھوڑ دیتے اور جو انکار کرتا اس کو پکڑ لیتے اس قسم کے تیس آدمی نکلے۔ اُن کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اس کے بعد سے مسجد میں اپنے واسطے مقصورہ بنوا لیا۔

کوفہ میں شیعانِ علیؓ کی ایک جماعت تھی جس کے سرغنہ حجر بن عدی کندی اور عمرو بن الحمق وغیرہ تھے۔ زیاد کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ جمع ہو کر امیر معاویہؓ اور ان کے عمال کی برائیاں کرتے ہیں۔ اس لئے کوفہ میں آ کر جامع مسجد میں تقریر کی اور کہا کہ ایسے فتنہ پرداز لوگوں سے میں کوفہ کو پاک کر کے چھوڑوں گا۔ اس کے بعد سپاہیوں کو بھیجا کہ حجر کو مسجد

میں بلالائیں۔ انھوں نے آنے سے انکار کیا اور سپاہیوں کو گالیاں دیں۔ زیاد نے یہ سن کر اہل کوفہ سے کہا کہ تم لوگ اطاعت کا اظہار کرتے ہو لیکن تمہارے دل حجر کے ساتھ ہیں۔ یا تو تم ان سے برأت اختیار کرو ورنہ میں تم لوگوں کو بھی کوفہ سے نکالدوں گا۔ لوگوں نے کہا کہ معاذ اللہ سوائے اطاعت کے ہمارا کوئی خیال نہیں ہے۔ زیاد نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو حجر کے پاس سے علیحدہ کر لو۔ لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی اس کے بعد انھوں نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ حجر کو معہ ان کے ساتھیوں کے لاؤ اگر وہ نہ آئیں تو زبردستی پکڑ لاؤ۔ کچھ لوگ ان میں سے بھاگے لیکن حجر اور ان کے تیرہ ۱۳ ساتھی گرفتار ہو کر آئے اور قید خانے میں رکھے گئے۔

کوفہ کے بہت سے لوگوں نے شہادت دی کہ حجر خلیفۂ وقت کے حق میں کلمات ناجائز استعمال کرتے ہیں اور بغاوت کے لئے ایک جماعت انھوں نے فراہم کی تھی۔ یہ کہتے تھے کہ خلافت سوائے حضرت علیؓ کی اولاد کے اور کسی کا حق نہیں ہے اور امیر معاویہ اور ان کے عمال سے تبرّیٰ لازم ہے۔

زیاد نے ان تمام شہادتوں کو قلمبند کر کے امیر معاویہؓ کے پاس بھیجدیا اور حجر اور ان کے ساتھیوں کو بھی دمشق روانہ کیا۔ جب یہ لوگ مرج عذرا میں پہونچے تو امیر معاویہ کے حکم سے ان میں سے آٹھ آدمی جن میں حجر بھی تھے قتل کر دیئے گئے اور باقی چھ جنھوں نے حضرت علیؓ سے تبرّیٰ کی رہا ہو کر کوفہ واپس آئے۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ نے حجر کی گرفتاری کا حال سُن کر عبد الرحمٰن بن حارث کو امیر معاویہ کے پاس سفارش کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن وہ اس وقت دمشق میں پہنچے جب حجر قتل ہو چکے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو حجر کے حادثہ کا بہت افسوس ہوا کیونکہ وہ نہایت بزرگ اور عابد آدمی تھے۔

زیاد نے ۵۳ھ میں طاعون میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔

زیاد نے حکومت کا جو طریق عراق میں رکھا یعنی بھاگنے والے کے عوض میں مقیم غلام کے بدلے آقا اور گنہگار کے بجائے بے گناہ کو سزا دینا۔ یہ قانون شرع کے بالکل خلاف تھا بعض سخت مزاج حکام اس قسم کی سیاست اس وقت اختیار کرتے ہیں جب جرائم کی کثرت اور رعایا کی اخلاقی حالت بالکل خراب ہو جاتی ہے۔ چنانچہ زیاد کے زمانہ میں خوارج نے بہت کم سر اٹھایا اور ملک میں امن و امان ہو گیا۔ مگر اس کے لئے شرعی اصول توڑے گئے اور ناجائز خون بہائے گئے تعریف کی مستحق وہی سیاست ہے جس سے اصول عدالت کے ساتھ مفاسد کی اصلاح ہو جائے۔ تاہم وہ ان خونریزیوں اور ظلموں کے باوجود عراق کے بہت سے والیوں سے بہتر تھے۔ ان کے عہد میں وہاں امنیت اور فاہیت تھی۔ سب لوگ خوشحال تھے۔ وہ سب کی تنخواہیں وقت پر پہنچا دیتے تھے۔ ہر حاجت مند جس وقت چاہتا ان سے جا کر ملتا۔ وہ اس کی امداد کے لئے تیار رہتے۔ ان کی سچائی اور وفائے عہد پر سب کو اعتماد تھا۔

یہ بات تاریخ افسوس کے ساتھ دکھلاتی ہے کہ اہل عراق ایسے ظلم پسند لوگ تھے کہ بلا سختی اور خونریزی کے وہ ٹھیک بھی نہیں رہتے تھے۔ جب کوئی نرم خو اور رحم دل حاکم وہاں آتا تو اس سے سرکشی کرنے لگتے۔

مغیرہ بن شعبہ

کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ کی سیاست بہ نسبت زیاد کے زیادہ نرم تھی۔ لوگ ان سے آ آ کر کہتے کہ فلاں شخص شیعہ ہے اور فلاں خارجی ہے۔ وہ جواب دیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ لوگ ہمیشہ باہم مختلف رہیں گے۔ وہی ان اختلافات کا قیامت کے دن فیصلہ کرے گا لوگ یہ سن کر ان کی طرف سے بے خوف ہو گئے۔ خوارج نے مجتمع ہو کر باہم مشورہ کیا کہ نکل کر اہل قبلہ سے پھر جہاد کریں۔ کیونکہ ان کے خیال میں اس میں سستی کرنا موجب گناہ تھا۔ چنانچہ مشورہ کے بعد انھوں نے مستورد بن علقمہ کو اپنا امیر مقرر کیا اور یہ قرارداد ہوئی کہ یکم شوال ۴۳ھ کو یعنی عین عید کے دن شہر سے نکل کر جہاد عام شروع کر دیں۔ حضرت مغیرہ کو

خبر ملی گئی کہ خارجیوں کی ایک جماعت حیان بن ظبیان کے گھر میں جمع ہے اور یکم شوال کو اس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے۔ سپاہیوں کو بھیجا اُنھوں نے اس گھر کا محاصرہ کیا۔ اور جو لوگ وہاں ملے ان کو گرفتار کر لائے۔ وہ قید کئے گئے۔ مستورد نے جب یہ دیکھا تو اپنے تین سو ساتھیوں کو لے کر کوفہ سے نکل گیا۔

مغیرہ نے لوگوں سے مشورہ لیا کہ اس کے مقابلہ میں کس کو بھیجنا چاہیئے۔ عدی بن حاتم نے کہا کہ کوفہ کے جتنے رؤسا ہیں سب ان کے دشمن ہیں۔ آپ جس کو چاہیں بھیجدیں کوئی انکار نہیں کرے گا۔ معقل بن قیس نے کہا کہ ان کے مقابلہ میں اگر آپ کسی کو بھیجنا چاہتے ہیں تو مجھ کو بھیجدیجئے۔ میں اُن سے سخت عداوت رکھتا ہوں کیونکہ وہ لوگ امت کے بدخواہ اور اہل بیت کے دشمن ہیں۔

مغیرہ نے جماعت شیعہ کے تین ہزار سوار منتخب کر کے معقل کے ساتھ روانہ کئے۔ خوارج سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ وہ اگرچہ تین سو تھے لیکن ہر لڑائی میں غالب رہے۔ آخر میں مستورد کے مقابلہ کے لئے خود معقل گئے۔ مستورد کی تلوار اُن کے سر پر اور اُن کا نیزہ اس کے سر پر پڑا۔ دونوں ایک ساتھ گرے اور مر گئے۔ اس وقت خارجیوں نے شکست کھائی اور بجز پانچ شخصوں کے سب مارے گئے۔

حضرت مغیرہ سات سال اور چند ماہ والی رہے۔ امام شعبی کا قول ہے کہ ان سے بہتر کوئی امیر کوفہ میں نہیں آیا۔ وہ امن پسند، نیک سیرت اور سلف صالح کا بقیہ تھے۔ لوگ ان کے اوپر یہ گرفت کرتے ہیں کہ وہ ہمیشہ حضرت علیؓ اور قاتلین عثمانؓ کی برائی کیا کرتے تھے۔ ان کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔

عبید اللہ بن زیاد

۵۵ھ میں امیر معاویہؓ نے عبید اللہ بن زیاد کو بصرہ کا والی مقرر کیا۔ اس نے خوارج پر نہایت سختی کی۔ ۵۸ھ میں بہت سے خارجیوں کو پکڑ کر قتل کر ڈالا اور جو بھاگے

ان کے پیچھے فوج روانہ کی۔

ایک بار گھوڑ دوڑ میں شریک تھا وہاں ایک خارجی عروہ بن ادیہ نے اس سے سخت کلامی کی۔ ابن زیاد کو خیال ہوا کہ اس کے ساتھ کوئی جماعت ہے ورنہ ایسے کلام کی جرأت اس کو نہیں ہو سکتی تھی اس لئے گھوڑ دوڑ چھوڑ کر اپنے قصر کو واپس چلا آیا۔ عروہ خوف کے مارے چھپ رہا لیکن سپاہیوں نے اس کو تلاش کرکے گرفتار کر لیا۔ ابن زیاد نے اس کے ہاتھ اور پاؤں کٹوا دئے اور کہا کہ اب بتاؤ اس نے جواب دیا کہ تم نے میری دنیا خراب کی اور اپنی آخرت کو برباد کیا۔ اس کے بعد ابن زیاد نے اس کو مار ڈالا اور پھر اس کی بیٹی کو بھی قتل کر دیا۔ عروہ کا بھائی مرداس چالیس آدمیوں کو لے کر باغی ہو گیا اور اہواز کی طرف چلا گیا۔ ابن زیاد نے اس کے تعاقب میں ابن حصن تمیمی کے ساتھ دو ہزار فوج روانہ کی۔ ان خارجیوں نے دو ہزار کو شکست دے دی۔

ابن زیاد امیر معاویہؓ کی وفات تک بصرہ کا والی رہا۔

مصر کے والی حضرت عمرو بن عاص تھے ۴۳ھ میں ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ والی ہوئے۔ حجاز کی ولایت ہمیشہ بنی امیہ کے امراء کے ہاتھ میں رہتی تھی خاص کر مروان بن حکم اور سعید بن العاص کے۔ ان میں سے اگر ایک مکہ کا حاکم ہوتا تو دوسرا مدینہ کا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ امیر معاویہؓ خود حج کے لئے نہیں آتے تھے۔ اس لئے انھیں والیان حجاز میں سے کسی کو اپنا قائم مقام بنا دیتے تھے۔

فتوحات

امیر معاویہؓ کے عہد میں مشرق میں فتوحات کا سلسلہ نہیں بڑھا۔ صرف اتنا یہ ہوا کہ بعض بعض صوبوں میں جو بغاوتیں ہو رہی تھیں وہ فرد کی گئیں۔ عبداللہ بن سوار نے جو سندھ کے سرحد پر متعین تھے۔ قیقان پر دوبارہ فوج کشی کی۔ دوسری بار وہاں کے لوگوں نے ترکوں کو اپنی امداد کے لئے بلایا تھا۔ عبداللہ جنگ میں مارے گئے۔ ان کے بعد اسلام

کے مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ نے ان پر چڑھائی کی اور مقام نبہ تک جو کابل اور ملتان کے درمیان واقع ہے فتح کیا۔

یہ واقعہ ذکر کے قابل ہے کہ ایک بار راستہ میں مہلب کو اکیلا پاکر اٹھارہ ترکی سواروں نے گھیر لیا۔ انھوں نے ان سب کو مار لیا۔

ترک اپنے گھوڑوں کی دُم کے بال تراش دیتے تھے۔ مہلب نے اس طریقہ کو پسند کر کے اپنی فوج میں بھی رائج کیا۔

امیر معاویہؓ کے عہد میں زیادہ تر توجہ رومیوں کی طرف مصروف کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان میں اب تک طاقت باقی تھی۔ ان کے زمانہ میں دو قیصر ہوئے۔ پہلا قسطنطین پسر ہرقل جو ۶۴۱ء سے ۶۶۸ء تک حکمراں رہا اور دوسرا یو غاناتس جو ۶۶۸ء میں تخت پر بیٹھا اور ۶۸۵ء تک رہا۔ یہ دونوں اسلامی علاقوں پر حملے کرتے رہے۔ امیر معاویہؓ نے ان سے مقابلہ کرنے کے لئے بری اور بحری دونوں فوجیں تیار کیں۔ ان کے عہد میں ایک ہزار سات سو جنگی کشتیاں مکمل ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار رہتی تھیں۔ امیر البحر جنادہ بن ابی امیہ تھے۔ جنہوں نے رومیوں کو کئی بار سطح آب پر شکست دی اور قبرص و رودس وغیرہ کو فتح کیا۔ بحری فوج کی تنخواہ بھی زیادہ مقرر کی تاکہ مسلمان خوشی کے ساتھ اس میں بھرتی ہوں۔

بری فوج کی دو قسمیں تھیں۔ جو سردی کے موسم میں جنگ پر بھیجی جاتی تھیں وہ شاتیہ اور جو گرمی میں جاتی تھی وہ صائفہ کہلاتی تھی۔ اس طرح پر جنگ کا سلسلہ سال بھر برابر جاری رہتا تھا۔

۴۸ھ میں امیر معاویہؓ نے رومیوں کے اصلی مرکز یعنی قسطنطنیہ پر حملہ کی تیاری کی۔ اور اس کے لئے عظیم الشان لشکر جمع کیا۔ سفیان بن عوف کو اس کا سپہ سالار مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی ایک دستہ کا امیر بنایا۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جیسا کہ امام بخاری نے اس کو اپنی صحیح بخاری میں روایت کیا ہے۔

اوّل جَیْشٍ مِنْ اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ مَدِیْنَۃَ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ

میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگا اس کو اللہ نے بخش دیا ہے۔

اس بنیاد پر مدینہ سے بہت سے صحابہ مغفرت موعودہ حاصل کرنے کے لئے اس لشکر میں جاکر شریک ہوئے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر۔ عبداللہ بن زبیر۔ عبداللہ بن عباس، ابو ایوب انصاری وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ بعض تاریخی روایات میں امام حسینؓ کا بھی نام ہے۔

یہ لشکر بری اور بحری دونوں راستوں سے روانہ ہوکر قسطنطنیہ پہونچا اور اس کا محاصرہ کیا۔ متعدد سخت معرکے پیش آئے۔ عبدالعزیز بن زرارہ شوق شہادت میں بار بار آگے بڑھکر لڑتے تھے اور جب یہ دیکھا کہ یہ تمنا پوری نہیں ہوتی ہے تو دشمنوں کی فوج میں گھس گئے اور آخر کار شہادت سے سرخرو ہوئے۔ امیر معاویہؓ کو جب اسکی اطلاع پہونچی تو انھوں نے زرارہ سے کہا کہ عرب کا جوانمرد اٹھ گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کون جوانمرد، میرا بیٹا یا آپ کا؟ کہا کہ تمہارا بیٹا۔ اللہ اس کا اجر تم کو دے۔ انھوں نے صبر کیا اور دعا مانگی۔

قسطنطنیہ کی فصیل چونکہ نہایت مضبوط اور قدرتی طور پر محفوظ واقع ہوئی تھی اس لئے مسلمان اس کو فتح نہ کرسکے۔ رومیوں نے آتش افشانی کرکے بہت سی اسلامی کشتیوں کو بھی جلادیا۔ علاوہ بریں وہاں کی سردی بھی عربوں کے لئے سخت تھی۔ مجبوراً بہت کچھ نقصان اُٹھاکر واپس چلے۔ اثنائے محاصرہ میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ وفات پاگئے۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کے یہاں ہجرت کے بعد مدینہ میں پہونچکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مہمان ہوئے تھے۔

قسطنطنیہ کی فصیل کے قریب شہر کے باہر دفن کئے گئے۔

جب عثمانی ترکوں نے اس مقام کو فتح کیا تو اُن کے مزار کے متصل ایک جامع مسجد تعمیر کرائی جو اب تک جامع ابا ایوب کے نام سے مشہور ہے۔ اسی میں خلفائے آل عثمانؒ کی تاجپوشی کی رسم ادا کی جاتی تھی۔

افریقہ میں حضرت عمرو بن عاص کی ولایت میں برقہ تک فتوحات کا سلسلہ پہونچا تھا۔ امیر معاویہ رضؓ نے عقبہ بن نافع کو وہاں کا سپہ سالار مقرر کیا اور دس ہزار فوج ان کی امداد کے لئے بھیجی۔ انھوں نے قوم بربر پر حملہ کیا اور ان کو مغلوب کو لیا۔

اہلِ بربر کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی سپہ سالار ان کے اوپر فوج کشی کرتا تو مسلمان ہو جاتے پھر جب موقع پاتے مرتد ہو کر بغاوت کر بیٹھتے اس لئے عقبہ نے یہ مناسب سمجھا کہ وہاں ایک فوجی چھاؤنی قائم کریں۔ چنانچہ قیروان آباد کیا۔ ۵۵ھ میں اس کی تکمیل ہوئی اسی دوران میں ہر سمت فوج کے دستے بھیجتے رہے۔ اکثر بربری قبائل اسلام میں داخل ہو گئے فوج کے قیام سے وہاں کے مسلمانوں کو اطمینان حاصل ہو گیا اور اطراف و دیار میں اسلام پھیلنے لگا۔

مسلمہ بن مخلد اس زمانہ میں امیر معاویہ رضؓ کی طرف سے والیٔ مصر و افریقہ تھے۔ انھوں نے عقبہ کو معزول کر کے ان کے بجائے اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو سپہ سالار مقرر کیا۔ ابوالمہاجر نے جیسا کہ کوتہ اندیش لوگوں کا دستور ہے عقبہ کی برائی کرنی شروع کی اور ان کے تمام کاموں میں خرابیاں نکال کر ان کو بدنام کرنے لگا۔

عقبہ شام میں چلے آئے اور امیر معاویہ رضؓ سے ابوالمہاجر کی شکایت کی انھوں نے وعدہ کیا کہ میں تم کو تمہاری جگہ بھیجدوں گا لیکن کچھ دنوں صبر کرو۔

یزید کے لئے بیعت

مغیرہ بن شعبہ ایک بار دمشق گئے۔ انھوں نے یزید سے بھی ملاقات کی اور اثنائے گفتگو میں کہا کہ اعیانِ صحابہ اور بزرگانِ قریش سب گزر گئے۔ اب اُن کے بیٹے ہیں۔ تم فضیلت شرافت۔ علم اور سیاست دانی کے لحاظ سے ان میں سے کسی سے کم نہیں ہو۔ پھر میں نہیں سمجھتا کہ امیر المومنین کے لئے کونسی رکاوٹ ہے کہ وہ تمہاری ولیعہدی کی بیعت نہیں لیتے۔

یزید نے کہا کہ کیا آپ کی رائے میں اس بیعت میں کامیاب ہونا ممکن ہے۔ مغیرہ نے کہا کہ بیشک۔ یزید نے امیر معاویہ رضؓ سے اس کا ذکر کیا۔ انھوں نے مغیرہ کو بلا کر اس معاملہ

میں گفتگو کی۔ مغیرہ نے کہا کہ وہ ساری فرقہ بندیاں اور خونریزیاں جو حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد ہوئیں میری نگاہوں میں ہیں ..... اس لئے میری رائے یہ ہے کہ امت کو اختلاف اور فتنہ وفساد سے بچانے کے لئے اگر آپ یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں تو مناسب ہے ورنہ پھر آپ کے بعد وہی حالت ہو جائے گی۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ لوگ بیعت کر لیں گے۔ مغیرہ نے کہا کہ میں کوفہ کی طرف سے ضامن ہوتا ہوں۔ اہل بصرہ کو زیاد رضامند کر لیں گے اور اہل عراق نے جب بیعت کر لی تو پھر کوئی مخالفت نہیں کر سکتا۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ تم کوفہ میں جا کر وہاں کے عمائد سے اس معاملہ میں مشورہ لیکر مجھے مطلع کرو۔

مغیرہ جب کوفہ میں واپس آئے تو وہاں کے رؤساء اور کبراء کو بلا کر اس بات کا ذکر کیا۔ وہ بیعت کرنے پر راضی ہو گئے۔ انھوں نے اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ اعیانِ کوفہ کا ایک وفد دمشق بھیجدیا۔ ان لوگوں نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ ہم اس رائے کو پسند کرتے ہیں کہ یزید کی ولیعہدی کی بیعت لی جائے۔ امیر معاویہؓ نے ان کو رخصت کیا اور کہا کہ آپ لوگ اپنی رائے پر قائم رہیں۔ جب وقت آئے گا تو ہم آکر بیعت لیں گے۔

کوفہ کے وفد سے امیر معاویہؓ کی رائے کو بہت تقویت پہونچی۔ انھوں نے زیاد والی بصرہ کو بھی لکھا کہ تم وہاں کے سرداروں سے یزید کی ولی عہدی کے متعلق مشورہ لو۔ زیاد نے عبید بن کعب نمیری کو جو ممتاز رؤساء میں سے تھا بلا کر امیر معاویہؓ کا خط دکھایا اور کہا کہ میری رائے تو یہ ہے کہ لکھوں کہ ابھی یہ معاملہ ملتوی رکھا جائے کیونکہ تمام لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ یزید لاابالی نوجوان ہے اور رات دن شکار میں مشغول رہتا ہے اس لئے مجھے ڈر ہے کہ لوگ اس کی ولی عہدی کی بیعت میں پس وپیش کریں گے۔

عبید نے کہا کہ میرے خیال میں امیر کی رائے درست معلوم ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ دمشق میں جا کر یزید سے ملوں اور اس سے کہوں کہ تم ولی عہد ہو سکتے ہو لیکن لوگوں کو تمھارے بابت یہ شکایت ہے کہ تم شکار میں اپنا وقت ضائع کرتے ہو۔ لہٰذا بہتر ہے کہ

جلد اپنی اصلاح کرو۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یزید کی حالت بھی سدھر جائے گی اور امیر جو بات چاہتے ہیں وہ آسانی کے ساتھ پوری ہوگی۔

زیاد اس مشورہ سے خوش ہوا اور فوراً اس کو دمشق روانہ کیا۔ یزید نے اس کے سمجھانے سے اپنی حالت ٹھیک کر لی اور اب لوگوں کو اس کے اوپر عیب گیری کا موقع نہیں رہا۔

امیر معاویہؓ نے مروان بن حکم والی مدینہ کو لکھا کہ

اب میرا سن زیادہ ہوگیا اور ہڈیاں کمزور ہوگئیں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ میرے بعد کہیں امت میں پھر فتنہ نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو متعین کر دوں کہ میرے بعد خلیفہ ہو لیکن بلا اہلِ مدینہ کے مشورہ کے ایسا کرنا میں مناسب نہیں سمجھتا لہٰذا تم وہاں کے اہلِ رائے کے سامنے اس معاملہ کو پیش کرو۔ اور جو کچھ وہ جواب دیں اس سے مجھے مطلع کرو۔

مروان نے شرفا و رؤسا مدینہ کو جمع کر کے یہ خط سنایا۔ سب لوگوں نے امیر کی رائے کو پسند کیا اور کہا کہ ہم اس تجویز سے متفق ہیں۔ وہ اچھی طرح سوچ سمجھ کر امت کی خیر خواہی کو پیش نظر رکھ کر جس کو چاہیں ولی عہد بنائیں۔

جواب پہونچنے کے بعد پھر یہ مراسلہ موصول ہوا کہ ہم نے غور و خوض کر کے امت کی مصلحت کا لحاظ رکھتے ہوئے یزید کو ولی عہدی کے لئے منتخب کیا ہے۔ مروان نے یہ خط لوگوں کو سنایا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا کہ تم لوگوں کو امت کی خیر خواہی منظور نہیں تم خلافت اسلامیہ کو بھی قیصریت بنانا چاہتے ہو کہ جب ایک قیصر مر جائے تو اس کے بجائے اس کا بیٹا قیصر ہو۔ نیز امام حسین۔ عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر نے بھی اس کی مخالفت کی

امیر معاویہؓ نے اپنے امرار اور عمال کو لکھا تھا کہ یزید کی خوبیاں لوگوں سے بیان کریں

اور دیار و امصار کے رؤساء و کبراء کے وفود میرے پاس بھیجیں کہ میں ان سے اس معاملہ میں خود بھی گفتگو کروں۔

ان وفود میں مدینہ سے محمد بن عمرو بن حزم اور بصرہ سے احنف بن قیس گئے۔ محمدؓ بن عمرو نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ آپ یزید کو منتخب تو کرتے ہیں لیکن اُس مسئولیت کو بھی پیش نظر رکھئے جو اللہ کی درگاہ میں اس معاملہ سے آپ کے اوپر عائد ہوئی ہے۔ امیر معاویہؓ اس کو سن کر چپ رہے۔ اس کے بعد دربار عام کیا جس میں امراء اور رؤساء و عمال اور وفود نیز ہر طبقہ کے لوگوں کو بلایا اور کھڑے ہو کر تقریر کی۔ پہلے اسلام کی عظمت۔ خلافت کی حرمت۔ خلفاء کے حقوق۔ والیان امر کی اطاعت اور اس معاملہ میں امت کے فرائض بیان کئے۔ اس کے بعد یزید کی خوبیاں مثلاً اس کی شجاعت۔ عقل۔ کرم اور سیاسی واقفیت کا ذکر کیا۔ پھر لوگوں سے خواہش کی کہ وہ اس کی ولیعہدی پر بیعت کریں۔

ان کے بعد ضحاک بن قیس فہری کھڑے ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ :-

اے امیر المومنین! یہ امر نہایت ضروری ہے کہ آپ کے بعد جو خلیفہ ہو وہ ابھی سے متعین ہو جائے۔ ہم نے خوب آزما لیا کہ باہمی الفت اور اتحاد سے بڑھکر کوئی چیز خونریزی سے بچانے والی نہیں ہے۔ رعایا کی آسائش۔ ملک کی امنیت و رفاہیت عام سب اسی پر منحصر ہیں کہ امت کا ایک مرکز ہو اور وہ خلیفہ کی ذات ہے۔

یزید بن امیر المومنین حسن سیرت۔ عقل۔ علم اور حلم ہر صفت میں ممتاز ہے۔ اس کی دانشمندی اور سیاسی واقفیت پر سب کو اعتماد ہے۔ اس کی رائے معاملات میں صحیح ہوتی ہے اور وہ ہر طرح پر خلافت کا مستحق ہے۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے کہ آپ اس کو ولیعہد مقرر کر دیں تاکہ آپ کے بعد وہ ہمارا پشت پناہ اور ملجا و ماویٰ ہو اور اس کے سایہ میں امت فتنہ اور فساد سے محفوظ رہے۔

ضحاک کے بعد اور لوگوں نے بھی اسی قسم کی تقریریں کیں۔

امیر معاویہؓ نے احنف بن قیس سے کہا کہ آپ کیوں نہیں بولتے۔ انھوں نے کہا کہ جھوٹ کہوں تو اللہ سے ڈر لگتا ہے اور سچ کہوں تو آپ سے۔ آپ خود بہ نسبت ہم لوگوں کے یزید کے حالات سے زیادہ واقف ہیں۔ اگر آپ کے خیال میں یزید کی بیعت اللہ اور امّت کی رضامندی کا موجب ہے تو لیجئے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ اور اگر وہ خلافت کے قابل نہیں ہے تو پھر کیوں اُس کی دنیا کے پیچھے اپنی عقبیٰ کو بگاڑتے ہیں۔

امیر معاویہؓ لوگوں کو انعام و اکرام و خاطر و مدارات سے راضی رکھتے تھے اس لئے سب لوگوں نے بیعت کرلی۔ اس کے بعد عراق میں جاکر وہاں کے لوگوں سے بیعت لی پھر ایک ہزار سوار لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے مدینہ پہونچے۔ عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن زبیر۔ عبداللہ بن عباس اور امام حسین رضی اللہ عنہم جو اس بیعت کے خلاف تھے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر مکّہ کو چلے گئے۔ امیر معاویہؓ نے اہل مدینہ کے سامنے بھی تقریر فرمائی اس میں کہا کہ یزید سے زیادہ کوئی خلافت کا مستحق نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ اس کے مخالف ہیں اور وہ اس وقت تک اس سے باز نہ آئیں گے جب تک کہ اُن پر سختیاں نہ ہوں اور ان کی جڑ اکھاڑ کر نہ پھینک دی جائے۔ کاش میری تنبیہ کو وہ لوگ سمجھ جاتے۔

پھر مدینہ سے مکہ آئے اور اُن چاروں حضرات کو بلایا۔ ان کی طرف سے عبداللہ بن زبیر گفتگو کے لئے منتخب کئے گئے۔

امیر معاویہؓ:۔ آپ لوگ میری سیرت سے واقف ہیں۔ میں رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتا ہوں اور ان کے ہر قسم کے ناز اٹھاتا ہوں۔ یزید آپ کا بھائی ہے۔ میری خواہش ہے کہ آپ لوگ اس کو خلافت کے لئے نامزد کردیں اور اس کے جس قدر کام ہیں مثلاً والیوں کا عزل نصب۔ تحصیل و خرچ مالیہ وغیرہ سب اپنے ہاتھ میں لیں۔ وہ کسی بات میں بھی تعرض نہیں کرے گا۔

عبداللہ بن زبیر:۔ ہم تین صورتیں آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے جس کو

آپ چاہیں اختیار کریں۔

امیر:۔ فرمائیے

ابن زبیر:۔ پہلی صورت تو یہ ہے کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا جانشین منتخب نہیں کیا اسی طرح آپ بھی بلا انتخاب چھوڑ دیں۔

امیر:۔ آنحضرت ؐ کے بعد ابو بکرؓ جیسے لوگ موجود تھے جن کو بالاتفاق امت نے خلیفہ بنالیا۔ اب ہم میں ایسے لوگ کہاں ہیں جن پر سب لوگ متفق ہو جائیں۔ اس لیئے اگر میں کسی کو ولی عہد نہ بناؤں تو امت میں سخت اختلاف پڑنے کا خطرہ ہے۔

ابن زبیر تو پھر وہ صورت اختیار کیجیے جو حضرت ابو بکر نے کی تھی کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر کیا ان کے قبیلہ کا تھا نہ ان کا رشتہ دار تھا۔

امیر مجھے حضرت عمرؓ جیسا کون ملے گا کہ میں اس کا انتخاب کروں۔

ابن زبیر:۔ اگر یہ بھی آپ نہیں چاہتے تو حضرت عمرؓ کے طریقہ پر چلیئے کہ انھوں نے چھ شخصوں کو نامزد کیا کہ یہ لوگ اپنے آپ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کرلیں جن میں نہ کوئی اُن کا بیٹا تھا نہ بھائی نہ ہم قبیلہ۔

امیر:۔ کیا ان کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہو سکتی؟

ابن زبیر:۔ نہیں۔

یہ سُن کر امیر معاویہؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ مجھے جو کچھ آپ لوگوں سے کہنا تھا وہ کہہ چکا۔ جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ خواہ آپ مانیں یا نہ مانیں۔

امیر معاویہ نے اہل مکہ سے یزید کی ولیعہدی کی بیعت لی۔ پھر مکہ سے مدینہ واپس آکر وہاں بھی بیعت لی۔

مکہ سے جب وہ روانہ ہونے لگے تو عبد اللہ بن عمر نے ان سے کہا کہ میں اس بات پر بیعت کرنے کے لیئے تیار ہوں کہ تمہارے بعد جس شخص کی خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں

گے ہیں اس کو تسلیم کر لوں گا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک حبشی غلام کو بھی اگر لوگ خلیفہ بنالیں گے تو میں ہرگز اختلاف نہ کروں گا اور نہ جماعت کا ساتھ چھوڑوں گا۔

خلافت و سلطنت

امیر معاویہ رضؓ کے عہد حکومت پر نظر ڈالنے سے یہ بات نمایاں ہوتی ہے کہ اس میں خلافت نے سلطنت کا رنگ اختیار کرنا شروع کیا۔ خلافت راشدہ میں ہر شخص کو وہی حریت حاصل تھی جو خلیفۂ وقت کو تھی۔ ان میں باہم اختلافات بھی نہیں تھے۔ قرآن مجید جو امت میں ہمدردی اور اخوت کی تعلیم دیتا ہے اس کی آیات میں ایسی تاویلات نے مطلق دخل نہیں پایا تھا جن سے اصلی مفہوم ہی بدل جائے لیکن امیر معاویہ رضؓ کے عہد میں یہ سب کچھ ہوا اور آزاد امت غلامی کی زنجیروں میں جکڑی گئی خفیف خفیف جرموں پر بلکہ بعض اوقات بلا جرم خونریزی کی جاتی تھی۔

زیاد والی بصرہ نے اس غریب بدو کو جو رات کو اپنی بکریاں لیکر شہر کے کسی گوشہ میں ٹھہر گیا تھا باوجود اس کے بیان کے صحیح مان لینے کے بھی قتل کر ڈالا اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوسکی کہ وہ اس خون ناحق کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکالتا۔ حالانکہ اسی بصرہ میں وہ لوگ موجود تھے جو جتھا باندھ کر مدینہ پہونچے تھے اور حضرت عثمان رضؓ سے منجملہ اور باتوں کے یہ باز پرس بھی کی تھی کہ آپ نے نماز سفر میں قصر کیوں نہیں کیا؟

مسجد کا منبر جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت خلق کیلئے نصب فرمایا تھا اس پر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو جو دنیا کو چھوڑ کر اپنے رب سے جا ملے تھے علی الاعلان بُرا کہا جاتا تھا اور باوجود اسکے کہ اس سے اکثر مسلمانوں اور بالخصوص شیعۂ علی کی دل آزاری ہوتی تھی۔ معلوم نہیں کیا فائدہ سمجھ کر اس کو بطور حتمی فرض کے قرار دے رکھا تھا۔

سب سے آخر میں انھوں نے جو کام کیا یعنی یزید کی ولیعہدی کی بیعت لی اس سے تو اسلامی جمہوریت کی بنیاد ہی اکھڑ گئی۔

بہت سے لوگ ان کی طرف سے یہ معذرت پیش کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں سلطنت

کے حدود بہت وسیع ہو گئے تھے اور ذرائع الحاق و اتصال موجود نہ تھے اس لئے خلافت کے امیدواروں کی جس قدر زیادتی ہوتی اسی قدر امت میں فتنہ و فساد اور تفرقہ کا زیادہ خوف ہوتا۔ ایسی حالت میں اگر معاویہ نے ایک خاندان میں اس کو محدود کر دیا تو کچھ بے جا نہیں کیا۔ اس زمانہ کے لوگوں کی حالت اور عوام کی جہالت کو دیکھتے ہوئے مصلحت اسی کی متقاضی تھی کہ امت کا رجحانِ طبع ایک ہی طرف رکھا جائے چنانچہ خود شیعہ جو امیر معاویہ کی اس بیعت ولیعہدی لینے پر سب سے زیادہ شد و مد کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں ان کے نزدیک بھی امامت ایک ہی نسل میں محدود ہے اور باپ سے بیٹے کو اور بیٹے سے پوتے کو پہونچتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کے برکات اور استبداد کے نقصانات اس قدر عظیم الشان ہیں کہ یہ عذر ان کے مقابل یہ قابلِ سماعت نہیں۔ اسلام کی اصلی ترقی کی بنیاد وہ حریت اور مساوات کی روح تھی جو اس نے امت میں پھونکی تھی جس کی بدولت ہر شخص بجائے خود بادشاہ تھا۔ امیر معاویہ کی اس کارروائی سے ساری امت غلامی کے شکنجے میں آگئی۔

انتظام ممالک

امیر معاویہؓ نرم مزاج، حلیم اور صلح جو تھے۔ ان کی ملک داری کی قابلیت میں کسی شخص نے بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔ ان کے عہد میں تمام صوبوں میں امن و امان رہا۔ اسلام کی شوکت اور طاقت میں اضافہ ہوا۔ بحری فوج کی وجہ سے رومیوں پر سطوت قائم ہو گئی۔ وہ نہایت بیدار مغزی اور مستعدی کے ساتھ حکومت کے فرائض ادا کرتے تھے۔

چونکہ مقبوضات کا رقبہ بہت وسیع ہو گیا تھا اور دور دست ممالک سے مراسلات میں بہت زمانہ لگتا تھا اس لئے انھوں نے برید کا سلسلہ تمام سلطنت میں قائم کیا۔ ہر بارہ میل پر ایک چوکی ہوتی تھی جہاں ایک سوار رہتا تھا۔ خطوط کا تھیلا ان سواروں کے ہاتھ جس قدر جلد ممکن ہوتا تھا ملک کے اِس سرے سے اُس تک پہونچتا تھا۔

دفاتر کی مہر بھی انھیں کی ایجاد ہے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انھوں نے عمرو بن زبیر کو

ایک لاکھ درہم کے عطیہ کا حکم لکھد یا۔ انھوں نے اس کو دو لاکھ بنا کر خزانہ سے وصول کرلیا۔ جب امیر معاویہ کے سامنے حساب پیش ہوا تو انھوں نے کہا کہ میں نے تو صرف ایک لاکھ درہم دیئے تھے چنانچہ عمرو کو طلب کر کے قید کر دیا اور ایک لاکھ درہم ان سے واپس لیے۔ اس وقت سے قاعدہ مقرر کر دیا کہ جو حکم دفتر سے برآمد ہو اس پر مُہر لگائی جائے اور اس کی ایک نقل بھی رکھی جائے

ان کے عہد میں شام کا دفتر سریانی زبان میں تھا اور سر جون رومی سر دفتر تھا

بیبیت معاویہؓ

ان کی پہلی بیوی میسون بنت بحدل تھیں جن سے یزید پیدا ہوا۔ دوسری فاختہ بنت قرظہ نوفلی۔ ان کے شکم سے دو بیٹے عبد الرحمٰن اور عبد اللہ تھے۔ عبد الرحمٰن نے بچپن میں وفات پائی۔ فاختہ کے انتقال کے بعد ان کی دوسری بہن کتوہ سے نکاح کیا۔ جنگ قبرص میں یہ ساتھ تھیں وہیں انتقال کر گئیں۔

وفات

امیر معاویہ جمادی الثانی میں بیمار ہوئے۔ یزید اس وقت کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ جب بیماری بڑھ گئی اور زیست کی امید کم رہ گئی تو ضحاک بن قیس ور مسلم بن عقبہ کو یزید کے لئے وصیت نامہ لکھوایا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

میں نے تیرے لئے تمام راستے ہموار کر دئے اور عرب کو تابع فرمان اور دشمنوں کو مغلوب بنا دیا۔ اہل حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہی ہمارا گہوارہ ہے اور عراق والے اگر ہر روز فرمائش کریں کہ عامل کو نکال دے تو ان کی بات مان لینا اس لئے کہ ایک عامل کا معزول کر دینا بہ نسبت اس کے زیادہ آسان ہے کہ ایک لاکھ تلواریں تیرے خلاف میان سے نکل آئیں۔ اہل شام پر نظر رکھنا۔ یہ تیرے وفادار اور مددگار ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں انھیں سے کام لینا اور جب ان کو کسی دوسری جگہ بھیجنا پڑے تو مہم سے فارغ ہونے کے بعد فوراً ان کو شام میں بلا لینا ورنہ ان کے اخلاق بدل جانے کا اندیشہ ہے۔ خلافت کے معاملہ میں

بجز چار شخصوں کے مجھے اور کسی کا خوف نہیں ہے کہ وہ تیرے مقابلہ میں آئے۔ عبداللہ بن عمر، حسین بن علی۔ عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔ لیکن عبداللہ بن عمر عبادت گزار اور دنیا سے بیزار ہیں۔ جب سب لوگ بیعت کرلیں گے تو وہ بھی جماعت کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ حسین بن علیؓ سبک مزاج ہیں۔ عراقی ضرور ان کو اُکسا کر مقابلہ میں لائیں گے۔ اگر ایسا ہوا اور تجھکو ان کے اوپر دسترس حاصل ہو جائے تو ان سے درگزر کرنا کیونکہ وہ ہمارے قریبی اور نبی صلی اللہ کے نواسے ہیں۔ اُن کا ہمارے اوپر بہت بڑا حق ہے۔ مگر جو شخص لومڑی کی طرح چکمے دیگا اور شیر کی مانند حملے کریگا وہ عبداللہ بن زبیر ہے اس پر قابو مل جائے تو اس کی بوٹی بوٹی کاٹ ڈالنا دیکھو جہاں تک ہو سکے کوشش کرنا کہ امت کا خون نہ بہنے پادے۔

(عبدالرحمٰن بن ابوبکر معاویہ سے پہلے وفات پا گئے تھے)

آخر اسی بیماری میں یکم رجب ۶۰ھ مطابق ۷ اپریل ۶۸۰ء کو انھوں نے انتقال کیا۔ ضحاک بن قیس ہاتھوں میں اُن کا کفن لئے ہوئے نکلے۔ منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ:۔

معاویہ عرب کے سالار۔ عرب کی طاقت اور عرب کے سرمایۂ ناز تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے امت کے سر سے فتنہ کو رفع کیا۔ ان کو فرمانروا بنایا اور اُن کے ہاتھ پر فتوحات کیں آج وہ اس دنیا سے گزر گئے۔ یہ میرے ہاتھوں میں ان کا کفن ہے۔ اسی میں لپیٹ کر وہ دفن کئے جائیں گے۔ اب وہ ہیں اور ان کا عمل دونوں اللہ کے حوالے۔

ضحاک نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ وہ دمشق میں مدفون ہوئے۔ یزید کئی دن کے بعد آیا۔ اس نے قبر پر جاکر نماز جنازہ ادا کی۔

یزید اول

یزید کی ولادت ۲۶ھ میں ہوئی جب کہ امیر معاویہ حضرت عثمان کی طرف سے کل ملک

شام کے والی ہو چکے تھے اس کی والدہ کا نام میسون بنت بجدل ہے۔

یزید کی تربیت امارت کے آغوش میں ہوئی۔ شروع سے امیر معاویہ اس کو فرمارواٸی اور ملک داری کے طریقے سکھاتے تھے۔ دو بار امیر حج مقرر کیا۔ ایک بار صائفہ فوج کا سر لشکر بناکر رومیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا نیز قسطنطنیہ پر جو لشکر بھیجا گیا تھا اس میں بھی یہ شامل تھا شعر گوئی میں مہارت رکھتا تھا۔

یزید کو شکار اور شکاری کتوں کا بہت شوق تھا۔ اس بات پر لوگ اسکی عیب گیری کرتے تھے۔

خلافت

امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں صوبہ جات کے امرا اور وفود سے مشورہ لے کر یزید کی ولیعہدی کی بیعت لے لی تھی۔ لیکن مدینہ کے چند ممتاز رؤسا، امت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، امام حسین اور عبداللہ بن عباس اس بیعت کے مخالف تھے۔ امیر معاویہ کے بعد جب یزید خلیفہ ہوا تو اس نے سب سے پہلے اپنی توجہ انہیں لوگوں سے بیعت لینے کی طرف منعطف کی اور والی مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو لکھا کہ ان لوگوں کو اپنے یہاں طلب کرکے بغیر مہلت دیئے ہوئے بیعت لے لو۔

ولید نے پہلے امام حسین کو بلایا۔ ان کو یزید کا خط دکھایا اور بیعت کی درخواست کی انھوں نے امیر معاویہ کے انتقال کا حال معلوم کرکے اناللہ پڑھی ان کے حق میں کلمات خیر کہے اور دعا کی۔ پھر فرمایا مجھ جیسا آدمی مخفی طور پر بیعت نہیں کرے گا۔ تم جس وقت سب لوگوں کو بیعت کے لئے بلاؤ گے اور مجھے بھی طلب کرو گے اس وقت دیکھا جائے گا۔ ولید بن پسند تھا۔ اس نے ان کی بات مان لی۔

عبداللہ بن زبیر یہ حال سن کر مدینہ سے مکہ کو روانہ ہو گئے اس کے بعد امام حسین بھی اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر مکہ چلے۔ محمد بن حنفیہ نے ان کو بہت سمجھایا اور باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں رکے۔

عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس نے جب دیکھا کہ یزید کی خلافت پر اجماع عام ہو گیا تو ان لوگوں نے بیعت کر لی۔

حادثۂ کربلا

امام حسین جب مکہ میں آئے تو یہاں ان کے پاس لوگوں کا ازدحام رہتا تھا عبد اللہ بن زبیر خانہ کعبہ میں دن بھر طواف اور نمازیں مشغول رہتے تھے۔ کبھی کبھی امام حسین کے پاس بھی جاتے تھے اور جو رائے اور مشورہ ہوتا تھا اس میں شریک ہوتے تھے۔

اہل کوفہ کو جب امیر معاویہ کے انتقال اور یزید کی خلافت کی خبر ملی تو وہ رئیس شیعہ سلیمان بن صرد کے گھر میں جمع ہوئے اور انھوں نے یہ طے کیا کہ یزید کی خلافت کو نہ تسلیم کریں بلکہ امام حسین کو بلا کر اپنا امام بنائیں۔ چنانچہ ان کو خطوط بھیجنے شروع کئے۔ جب امام حسین کے پاس ان کی طلبی کے ڈیڑھ سو خط پہونچ گئے تو انھوں نے جواب میں لکھا۔

تمہارے مقصد سے میں آگاہ ہوا اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو جو میرے معتمد خاص ہیں تمہارے پاس بھیجتا ہوں تاکہ وہ تمہاری باتوں کو سن کر اور کیفیت کو دیکھکر صورت حال سے مجھکو مطلع کریں۔ اگر انھوں نے یہ لکھا کہ کوفہ کے رؤسا اور اہل الرائے میری امامت کے خواہاں ہیں تو میں آجاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ امام وہی ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرے اور سنت پر قائم رہے۔

پھر مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا اور ہدایت کی کہ ایسے راستہ سے جاؤ کہ کسی کو علم نہ ہو سکے۔ وہاں پہونچکر دیکھنا۔ اگر لوگ میری امامت پر متفق ہوں جیساکہ انھوں نے ظاہر کیا ہے تو فوراً مجھکو مطلع کرنا مسلم جب کوفہ میں پہونچے تو شیعہ ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو ٹوٹ پڑے انھوں نے یہ حالت دیکھکر امام حسین کو لکھا کہ یہاں کے سب لوگ آپ کی امامت کے خواہشمند ہیں۔ آپ تشریف لائیے۔

نعمان بن بشیر اس زمانہ میں کوفہ کے والی تھے۔ ان کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ اہل کوفہ

مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں تو انھوں نے جامع مسجد میں سب کو مخاطب کر کے کہا کہ

تم لوگ امت میں فتنہ اور تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اس کا نتیجہ بربادی اور تباہی

ہے جیسا کہ تم خود تجربہ کر چکے ہو۔

نعمان چونکہ عابد و زاہد اور عافیت جو شخص تھے اس لئے انھوں نے کسی قسم کی سختی نہیں کی اور کہا کہ جب تک لوگ لڑنے کے لئے نہیں نکلیں گے میں خود پیش قدمی نہیں کرونگا شیعہ بنی امیہ میں سے ایک شخص نے ان سے کہا کہ یہ آپ کا طرز عمل ٹھیک نہیں ہے اس سے کمزوری کا اظہار ہوتا ہے۔ نعمان نے کہا کہ معصیت الٰہی میں اگر کمزور رہوں تو کچھ حرج نہیں اطاعت میں قوی رہنا چاہئے۔

اُس شخص نے یزید کو خط لکھا کہ کوفہ کی حالت یہ ہے کہ یہاں امام حسین کے بھائی مسلم بن عقیل آئے ہوئے ہیں یہاں کے لوگ ان کے ہاتھ پر امام حسین کے لئے بیعت کر رہے ہیں۔ اگر کوفہ کو تم اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو تو کسی دوسرے والی کو بھیجو جو اس فتنہ کا انسداد کر سکے۔ نعمان سے کچھ نہیں ہو سکے گا۔

یزید نے نعمان کو معزول کر کے عبداللہ بن زیاد کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی والی کر دیا اور حکم دیا کہ فوراً وہاں پہونچکر مسلم کو نکال دو یا قتل کر دو۔ ابن زیاد کوفہ میں آیا اور اعلان کیا کہ

میں فرماں برداروں پر مہربان ہوں اور فتنہ پردازوں کا دشمن۔ ہر محلہ کے جو رئیس ہیں وہ اپنے اہل محلہ کے نام لکھکر مجھکو دیں۔ اور جو اجنبی یا خارجی یا مشکوک آدمی ملے اس کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ ہر شخص اپنے اپنے حلقہ کا ذمہ دار ہے۔ جس محلہ میں کوئی باغی ملے گا اس محلہ کے رئیس کو اس کے دروازہ پر پھانسی دی جائے گی۔

مسلم کو جب ابن زیاد کے اس اعلان کی اطلاع ملی تو انھوں نے ہانی بن عروہ کے گھر میں پناہ لی۔ اس نے بادل ناخواستہ منظور کیا۔ ابن زیاد کو معلوم ہو گیا۔ اس نے ہانی کو طلب کیا اور کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ تمہارے گھر میں اسلحہ جمع کئے جا رہے ہیں اور بغاوت کا

سامان ہو رہا ہے۔ تم خلیفہ کے دشمن ہو اور تم نے مسلم کو پناہ دی ہے۔ ان کو ہمارے حوالہ کرو۔ ہانی نے بدنامی کے ڈر سے اُن کی حوالگی سے انکار کیا۔ ابن زیاد نے اس کو مارا اور قید کر دیا۔

مسلم کو جب اس کی خبر ملی تو یا منصور کا نعرہ لگایا۔ اٹھارہ ہزار آدمیوں میں سے جو ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے چار ہزار اس وقت جمع ہو گئے اور پہونچکر دارالامارۃ کا محاصرہ کیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت کل تیس سپاہی اور چند رؤسا کوفہ اور بعض شرفا بنی امیہ تھے سب کی مجموعی تعداد پچاس سے بھی کم تھی۔ ابن زیاد نے رؤسا کوفہ کو حکم دیا کہ تمہارے قبیلہ کے جو لوگ مسلم کے ساتھ ہو گئے ہیں ان کو جا کر سمجھاؤ کہ وہ اس سے باز آئیں۔ ان لوگوں نے اپنے ہم قوموں کو ڈرایا، دھمکایا اور سمجھایا۔ پھر امان کا جھنڈا کھڑا کیا۔ لوگ مسلم کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر الگ ہونے لگے یہاں تک کہ آخر میں اُن کے پاس صرف تیس آدمی رہ گئے وہ حیران ہو کر ایک شخص کے گھر میں چھپ رہے۔ ابن زیاد کو پتہ لگ گیا۔ اس نے محمد بن اشعث کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ گئے تو مسلم نے ان سے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے امان نہیں دے سکتے لیکن اگر میرا ایک کام کر دو گے تو بہت بڑا احسان ہوگا۔ یعنی امام حسین کو میرے حال سے مطلع کر دینا اور لکھ دینا کہ وہ ہرگز یہاں نہ آئیں اور اگر روانہ ہو گئے ہوں تو راستہ سے واپس چلے جائیں۔ کوفہ والے اعتماد کے قابل نہیں ہیں۔ ان کے فریب میں آ کر اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ محمد نے کہا کہ میں اس فرمائش کی ضرور تعمیل کروں گا۔

زیاد نے مسلم اور ان کے ساتھ ہانی کو قتل کر ڈالا۔

ادھر امام حسین کو مکہ میں جب مسلم کا خط ملا تو وہ کوفہ چلنے کے لئے تیار ہو گئے خیر خواہوں نے اُن کو منع کرنا شروع کیا۔ سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن حارث آئے۔ انھوں نے یہ کہا کہ مشہور ہو رہا ہے کہ آپ عراق کو روانہ ہونے والے ہیں۔ میرے نزدیک آپکا وہاں جانا خطرہ سے خالی نہیں۔ وہاں امیر عراق موجود ہے جس کے ہاتھ میں فوج اور خزانہ ہے اور آپ جانتے ہیں کہ لوگ روپیہ پیسے کے غلام ہوتے ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا ہے

وہی آپ سے لڑنے کے لئے آئیں۔ امام حسینؑ نے ان کی خیر خواہی کا شکریہ ادا کر کے ان کو رخصت کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس بھی پہونچے اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کا ارادہ کوفہ جانے کا ہے۔ امام حسین نے کہا کہ ہاں آج سے کل تک روانہ ہو جاؤں گا۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا اہل کوفہ نے وہاں کے امیر کو نکال کر اپنا قبضہ کر لیا ہے؟ اگر ایسا نہیں ہے تو جو لوگ آپ کو بلا رہے ہیں درحقیقت جنگ کے لئے بلا رہے ہیں۔ امرا اور عمال کے ہوتے ہوئے کوئی شخص ان میں سے آپ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ بلکہ مجھے تو یہ خطرہ ہے کہ وہی لوگ جو آپ کے طرفدار ہیں وعدہ خلافی اور بے وفائی کریں گے۔ اور خود آپ کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے آئیں گے۔ امام حسین نے فرمایا کہ میں اللہ سے استخارہ کروں گا۔

دوسرے روز پھر عبد اللہ بن عباس گئے اور کہا کہ میں ہر چند اپنے دل کو سمجھاتا ہوں لیکن کسی طرح صبر نہیں آتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ جو ارادہ آپ نے کیا ہے اس میں کسی طرح آپ کی جان سلامت نہیں رہ سکتی۔ اہل عراق نہایت بیوفا ہیں۔ اُن کے فریب میں نہ آئیے۔ اور اگر آپ جانا ہی چاہتے ہیں تو پہلے ان لوگوں کو جنھوں نے آپ کو طلب کیا ہے لکھئے کہ کوفہ کے امیر کو نکال دیں اور وہاں کی فوج کو اپنے قبضہ میں کر لیں اس وقت جائیے میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بجائے عراق کے یمن کی طرف تشریف لیجائیں وہاں آپ کے والد کے بہت سے شیعہ رہتے ہیں اور کثرت سے قلعے اور پہاڑ ہیں اور وہ ایک وسیع ملک ہے۔ ہر طرف اپنے مبلغ بھیجئے۔ سرداروں سے مراسلت کیجئے۔ وہاں کامیابی کی زیادہ امید ہے اور سب سے بہتر تو یہ ہے کہ اہل حجاز آپ کو سردار مانتے ہیں یہیں قیام کیجئے۔ لیکن امام حسین نے ان کی کسی بات کو منظور نہ کیا اور عراق کی روانگی پر مصر رہے۔ ابن عباس نے کہا کہ میں آپ کے اونٹ کے آگے اس سفر سے روکنے کے لئے لیٹ جاتا لیکن میں جانتا ہوں کہ آپ پھر بھی نہیں مانیں گے۔ کم سے کم اتنا تو کیجئے کہ اہل و عیال کو ساتھ نہ لیجائیے۔ مجھے ڈر ہے

کہ جس طرح حضرت عثمان اپنے بچوں کے سامنے قتل کئے گئے اسی طرح کہیں آپ کا بھی حال نہ ہو۔ امام حسین نے اُن کے کسی مشورہ کو قبول نہ فرمایا اور مع اہل وعیال کے کوفہ کو روانہ ہوگئے۔ راستہ میں عربی کے مشہور شاعر فرزدق سے ملاقات ہوئی۔ وہ کوفہ سے آرہا تھا اس سے وہاں کی کیفیت پوچھی۔ اس نے کہا کہ اہل کوفہ کے دل آپ کی طرف ہیں لیکن ان کی تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں۔

جب اور آگے بڑھے تو مدینہ سے عبداللہ بن جعفر کا قاصد دوڑتا ہوا پہونچا اور اُن کا خط دیا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ آپ کو اللہ کی قسم دلاتا ہوں کہ پلٹ آئیے۔ اُسی کے ساتھ والیِ مدینہ کا خط بھی منسلک تھا کہ اب مدینہ میں آ کر رہیں آپ کو امان ہے لیکن امام حسین نے واپسی سے انکار کیا۔

چند منزلوں کے بعد عبداللہ بن مطیع ملے جو عراق سے مکہ کو آرہے تھے۔ انھوں نے بھی کہا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دلاتا ہوں کہ واپس چلئے اور عراقیوں کے فریب میں نہ آیئے بنی امیہ سے اگر آپ خلافت لینے کی کوشش کریں گے تو وہ یقیناً آپ کو قتل کر ڈالیں گے اور کسی ہاشمی۔ کسی عرب اور کسی مسلمان کے قتل میں ان کو باک نہ ہوگا۔ لہذا آپ خود اپنے کو ہلاکت میں ڈال کر قریش کی عزت، عرب کی عزت اور اسلام کی حرمت نہ مٹایئے۔ مگر امام حسین نے ان کی بات نہیں سنی۔

مقام ثعلبہ میں پہونچکر محمد بن اشعث کی تحریر اور مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملی۔ اس وقت ان کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ اب جانا لاحاصل ہے کیونکہ اب کوفہ میں کوئی حامی اور مددگار ہم کو نہیں مل سکتا۔ بلکہ یہ خوف ہے کہ جو وقت مسلم پر آیا وہی ہم پر بھی نہ آئے۔ یہ سُن کر بنی عقیل بگڑ کر بولے کہ ہم ہرگز منہ نہیں پھیر سکتے۔ یا تو مسلم کا عوض لیں گے یا انھیں کی طرح جان دیدیں گے۔ اس لئے یہ قافلہ آگے بڑھا۔ غیر قبائل کے لوگ رفتہ رفتہ ساتھ چھوڑتے گئے۔ صرف خاص کنبہ کے لوگ جو جان نثار تھے رہ گئے۔

مقام شراف سے نکل کر ایک ہزار سوار جن کا سردار حُر بن یزید تمیمی تھا سامنے آئے۔ امام حسین نے اُن سے کہا کہ میں اسوقت تمہاری طرف آیا جب تم لوگوں نے خود مجھکو بلایا اور لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے لہذا اگر اسی بات پر تم قائم ہو جو مجھے لکھی تھی تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوں۔ ورنہ جہاں سے آیا ہوں وہاں پھر واپس چلا جاؤں۔ اُن لوگوں نے جواب نہیں دیا حُر نے کہا کہ ہم کو یہ حکم ملا ہے کہ آپ کے ساتھ ساتھ رہیں اور کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے لے چلیں۔ امام حسین نے کہا کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے پھر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ سوار ہو کر واپس چلیں۔ لیکن حر نے روکا اور جانے نہیں دیا۔ امام حسین شمال کی طرف چلے جب مقام نینوا میں پہونچے تو دوسرا لشکر ملا جس کو عمرو بن سعد کی ماتحتی میں ابن زیاد نے امام حسین کے مقابلہ کے لئے بھیجا تھا۔

ابن سعد نے قاصد بھیجکر امام حسین سے دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے یہاں آئے ہیں انھوں نے جواب دیا کہ خود اہل کوفہ نے بار بار خط لکھ کر مجھکو بلایا ہے اس لئے میں یہاں آیا۔ اب اگر میرے آنے کو لوگ پسند نہیں کرتے تو واپس چلا جاؤں گا۔ ابن سعد نے یہ کیفیت ابن زیاد کو لکھ بھیجی۔ اس نے کہا کہ اب ہمارے پنجہ میں آجانے کے بعد رہائی ناممکن ہے۔ اس کے بعد اس نے ابن سعد کو فرمان بھیجا کہ امام حسین کے سامنے یزید کی بیعت پیش کرو۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو جو حکم ہم مناسب سمجھیں گے دیں گے اور اگر نہ کریں تو ان کے قافلہ کا پانی بند کر دو۔ پھر شمر ذی الجوشن کو بھی ایک دستہ فوج دیکر بھیجا۔

امام حسین یہ کہتے تھے کہ جہاں سے ہم آئے ہیں وہاں واپس جانے دو۔ یا کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو لیکن ابن زیاد نے لکھا کہ سوائے میرے حکم کی تعمیل کے اور کوئی صورت نہیں۔ امام حسین اس کو کب گوارا کر سکتے تھے۔

آخر ۱۰ محرم سنہ ۶۱ھ کو کربلا کے میدان میں جنگ ہوئی۔ ایک طرف امام حسین کے ۸۰ ہمراہیوں کی مختصر جماعت تھی۔ دوسری طرف عراقی فوج تھی جس میں ایک شخص بھی شام کا نہ

تھا۔ بہت تھوڑے عرصہ میں لڑائی کا فیصلہ ہو گیا۔ امام حسین اور ان کے ۷۱ ہمراہی مقتول ہوئے اور ابن سعد کے ۸۸۔ آدمی مارے گئے۔

اہل عراق امام حسین کے سر اور ان کے حرم کو مع علی بن حسین کے جو مریض تھے ابن زیاد کے سامنے لائے اس نے ان کو شمر وغیرہ چند عراقی رؤسار کے ساتھ دمشق کو روانہ کیا۔

جب یزید کے پاس پہونچے تو اس کو یہ کیفیت دیکھکر بہت رنج ہوا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور عراقیوں سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ میں تمہاری اطاعت سے بلا حسین کے قتل کئے ہوئے بھی راضی تھا۔ ابن زیاد پر اللہ کی لعنت۔ میں اگر اس کے بجائے ہوتا تو درگزر سے کام لیتا۔

وہ پھر اپنے درباریوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ حسین رضی اللہ عنہ کیوں اس حال کو پہونچے۔ یہ کہتے تھے کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر۔ میری ماں یزید کی ماں سے بہتر۔ میرے جد یزید کے جد سے بہتر اور میں خود یزید سے بہتر اور خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔

سو میرے اور ان کے باپ میں محاکمہ ہوا تھا اور دنیا جانتی ہے کہ کیا فیصلہ ہوا۔ باقی رہیں ان کی والدہ وہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ امت میں کون سی عورت ہے جو ان کے درجہ کی ہو سکتی ہے اور ان کے جد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے جن کو ہر ایک مسلم تمام انبیا سے افضل سمجھتا ہے۔ لیکن جو کچھ ہوا وہ ان کے اس تفقہ کی وجہ سے ہوا کہ جس کے باپ دادا بہتر ہوں وہی خلیفہ ہو۔ انھوں نے قرآن کی اس آیت کا خیال نہ کیا کہ

اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء — اے اللہ تو ہی ملک کا مالک ہے جس کو تو چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے۔

اس کے بعد اہل بیت کا یہ لٹا ہوا اور مصیبت زدہ قافلہ یزید کے محل میں اتارا گیا۔ اس کے گھر کی عورتیں ان کے پاس جمع ہوئیں۔ بہت روئیں اور تین دن تک ماتم کرتی رہیں۔ چند دنوں کے بعد یزید نے ان کو ہر طرح کا ساز و سامان دیکر مدینہ کو رخصت کیا۔ جو کچھ ان کا مالی نقصان ہوا تھا اس سے دگنا دیا اور چلتے وقت علی بن حسین سے کہا کہ جو تم کو ضرورت پیش آئے

براہ راست مجھے لکھنا میں پوری کروں گا۔

اس دردناک طریقہ سے اس واقعہ کا خاتمہ ہوا

اصلیت یہ ہے کہ اہل عراق بھروسہ کے قابل نہ تھے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ جنھوں نے مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو اپنا دارالخلافہ بنایا تھا آخر میں ان کی نافرمانیوں سے تنگ آگئے تھے اور دعا کرتے تھے کہ یا اللہ مجھے ان سے نجات دے۔ خواہ بذریعہ موت کے ہو یا قتل کے اسی طرح امام حسن کے ہاتھ پر ان لوگوں نے خلافت کی بیعت کی تھی۔ جب شامی فوجوں سے مقابلہ ہوا تو پہلے ہی حملے میں ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے جس کی وجہ سے آخر ان کو صلح کرنی پڑی۔ امام حسین رضؓ بھی انھیں کے اعتبار پر مکہ سے کوفہ آئے اور جب قریب آگر ان کو معلوم ہوا کہ ان کے تمام وعدے جھوٹے تھے تو واپسی کا ارادہ کیا لیکن جفا کار ابن زیاد نے ان کو یزید کی بیعت پر مجبور کیا جس کو انھوں نے گوارا نہ کیا اس لئے ناچار لڑنا پڑا اور بہادری کے ساتھ لڑ کر جان دیدی۔

عقلاء قریش عبداللہ بن عباس وغیرہ جو اہل کوفہ کی عادت اور طبیعت سے واقف تھے اس نتیجہ کو پہلے ہی سے خوب سمجھے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے جس قدر ان سے ہو سکا امام موصوف کو روکنے کی کوشش کی تھی۔

واقعہ حرہ

یزید نے خلیفہ ہونے کے بعد اہل مدینہ کی تعظیم و تکریم کا بہت لحاظ رکھا۔ ان کو بڑے بڑے عطیے بخشے اور ان کے ساتھ مراعات کی۔ لیکن وہاں کے لوگ عبداللہ بن زبیر کے جنھوں نے مکہ میں خلافت کی بیعت لینی شروع کی تھی طرفدار ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنایا اور یزید کی بیعت کو فسخ کر کے علانیہ مخالفت کے لئے آمادہ ہوئے۔

یزید نے جس وقت یہ حال سنا نعمان بن بشیر کو بھیجا کہ جا کر اپنی قوم کو سمجھاؤ۔ انھوں نے از راہ خیر خواہی اہل مدینہ کو بہت سمجھایا اور کہا کہ تم لوگ فتنہ اور تفرقہ ڈالنے کی کوشش نہ کرو اور

امت کا ساتھ چھوڑ کر اپنے دین اور دنیا کو نہ بگاڑو۔ اہل شام کے مقابلہ کرنے کی تم میں طاقت بھی نہیں ہے۔ پھر تم کس بھروسہ پر بغاوت کر رہے ہو۔ لیکن ان کی نصیحت مطلق کارگر نہ ہوئی آخر وہ واپس چلے گئے۔

ادھر مدینہ والوں نے بنی امیہ کے ان لوگوں پر جو وہاں تھے حملہ کیا۔ وہ مروان کے گھر میں مجتمع ہو گئے۔ انھوں نے اس کا محاصرہ کیا۔ بنی امیہ نے قاصد دوڑا کر یزید سے امداد کی درخواست کی۔ اس نے بارہ ہزار فوج مسلم بن عقبہ کی ماتحتی میں مدینہ کی طرف بھیجی اور ہدایت کی کہ تین بار اہل مدینہ کو سمجھانا کہ وہ سرکشی سے باز رہیں۔ جو اس پر بھی نہ مانیں تو ان سے لڑنا اور تین دن تک قتل و غارت کرنا لیکن دیکھنا علی بن حسین کو کوئی اذیت نہ پہونچے ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیونکہ ان کا خط میرے پاس آیا ہے کہ وہ مدینہ والوں کے ساتھ اس شورش میں شریک نہیں ہیں۔

مسلم کی آمد کی خبر سن کر اہل مدینہ نے بنی امیہ کا محاصرہ اٹھا لیا اور اس شرط پر ان کو چھوڑا کہ نہ وہ مسلم کے ساتھ شریک ہوں نہ اس کو یہاں کی اندرونی حالت سے مطلع کریں۔

جب یہ لوگ نکل کر وادی القریٰ میں پہونچے تو مسلم سے ملاقات ہوئی۔ اس نے حضرت عثمان کے بیٹے عمرو سے مدینہ کی حالت دریافت کی۔ انھوں نے کہا کہ میں عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اور کچھ نہیں بتا سکتا۔ مسلم نے کہا کہ تمہارے باپ کا خیال کرتا ہوں ورنہ گردن اڑا دیتا۔ اس کے بعد عبدالملک بن مروان سے پوچھا اُس نے مدینہ کی مفصل کیفیت مسلم کو بتائی اور مشورہ دیا کہ آج مقام ذی نخلہ میں قیام کرو۔ صبح کو داہنی سمت سے مدینہ سے آگے بڑھ جانا پھر مقام حرہ سے مغرب رو ہو کر مدینہ کی طرف پلٹنا۔ اس طرح پر سورج اہل مدینہ کے سامنے پڑیگا اور تمہارے پیچھے جس کی وجہ سے تمہارے اسلحہ کی چمک ان کی آنکھوں کو خیرہ اور ان کے دلوں کو مرعوب کر دے گی۔

مسلم نے اسی کے مطابق عمل کیا اور مدینہ کے متصل پہونچکر وہاں کے رؤسا کو بلایا اور

کہا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے کہ اہل مدینہ امت کی اصل بنیاد ہیں مجھے ان کی خونریزی سخت ناگوار ہے۔ لہذا تین دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس میں جو لوگ سرکشی سے باز آجائینگے ان سے کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا اور جو باز نہ آئیں گے وہ پھر مجھکو معذور سمجھیں۔

اہلِ مدینہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اس لئے تین دن کے بعد لڑائی ہوئی اور ان کو شکست نصیب ہوئی۔ بہت سے رؤسا و اشراف مدینہ مارے گئے اور تین دن تک وہاں قتلِ عام رہا۔ اس کے بعد مسلم نے اعلان کیا کہ لوگ آکر بیعت کریں جو انکار کرے گا وہ قتل کیا جائے گا۔ سب لوگوں نے آکر بیعت کی۔

یزید کی ہدایت کے مطابق علی بن حسین کے ساتھ مسلم نے نہایت مہربانی کا برتاؤ کیا۔ ان سے بیعت کے بارہ میں بھی کچھ نہیں کہا۔

یہ واقعہ آخر ذی الحجہ ۶۳ھ میں ہوا۔

یہ دیکھکر سخت حیرت ہوتی ہے کہ اہل مدینہ جن میں نہ مقابلہ کی طاقت تھی نہ دوسرے صوبوں کے لوگ ان کے شریک حال تھے، فسخ بیعت کی عجیب و غریب جسارت کس طرح کر بیٹھے اس لئے مدینہ کی ہتک حرمت کی بہت کچھ ذمہ داری خود اہلِ مدینہ پر عائد ہوتی ہے اسی کے ساتھ مسلم نے جو طریقہ اختیار کیا وہ دانشمندی سے بعید تھا۔ وہ اگر صرف محاصرہ پر اکتفا کرتا اور مدینہ کے پانی کو جو باہر سے آتا ہے دو روز کے لئے بھی بند کر دیتا تو وہاں کے لوگ مجبور ہو کر اس کی بات مان لیتے اور حرم رسول اللہ خونریزی سے محفوظ رہتا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اہلِ مدینہ نے خود جنگ میں عجلت کی۔ یہاں تک کہ اپنی حفاظت کے لئے جو خندق انھوں نے کھودی تھی اس کو بھی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن پھر بھی یہ الزام مسلم پر رہ جاتا ہے کہ فتح کرنے کے بعد قتل عام کرنے کے کیا معنی اور شامی مسلمانوں کی غیرت نے کیونکر گوارا کیا کہ مدینہ میں بلا ضرورت خونریزی اور غارت گری کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ سروں میں جب شورش کا جنون سما جاتا ہے اور فتنہ کے سودا کا ہیجان ہوتا ہے اس وقت عاقبت اندیشی باقی نہیں رہتی۔ نعوذ باللہ منہا۔

محاصرہ مکہ

مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کر مسلم نے عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے مکہ کی طرف کوچ کیا کیونکہ انھوں نے اہلِ حجاز سے بیعت لے کر اپنی خلافت کا علم بلند کیا تھا۔ راستہ میں مسلم نے وفات پائی اور اس کے بجائے حصین بن نمیر یزید کی ہدایت کے مطابق سر لشکر ہوا۔ ۲۶، محرم کو یہ لشکر مکہ پہونچا۔ ابن زبیر مقابلے کے لئے نکلے لیکن شکست کھائی اور مکہ میں آگئے۔ شامیوں نے محاصرہ کیا اور منجنیق سے شہر پر پتھر پھینکے۔ اسی دوران میں خبر آگئی کہ یزید نے وفات پائی۔ شامیوں نے محاصرہ اٹھا لیا اور لڑائی ختم ہو گئی۔

یہ تین واقعات ہیں جن کی وجہ سے یزید کا نام امت میں بدنام ہو گیا یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اس پر لعنت کرنا بھی روا رکھا ہے۔

لیکن ان واقعات میں یزید کے لئے صرف دو صورتیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ وہ مخالفین کے لئے خلافت سے دست بردار ہو جاتا۔ دوسری یہ کہ ان کا مقابلہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ بالعموم امت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اس لئے یہ آسان نہ تھا کہ وہ امام حسن رضی کی طرح ایثار نفسی سے کام لے کر سریرِ خلافت سے اٹھ جائے۔ اس نے دوسری ہی صورت اختیار کی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے امراء نے دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ ان عقدوں کو حل نہیں کیا بلکہ ان میں غیر ضروری اور ناجائز سختی سے کام لیا۔ اس لئے ان واقعات کو مفصل دیکھنے کے بعد یہ انصاف کے خلاف معلوم ہوتا ہے کہ اکیلا یزید ہی ان کا مجرم قرار دیا جائے۔

فتوحات

یزید نے عقبہ بن نافع کو دوبارہ افریقہ کا سپہ سالار مقرر کیا اور جو وعدہ امیر معاویہ رضی کر گئے تھے اس کو پورا کیا۔ عقبہ نے قیروان پہونچ کر اپنے حریف ابو المہاجر کو زنجیروں میں مقید

کیا اور ایک عظیم الشان لشکر لے کر مقام باغایہ کی طرف بڑھے جہاں رومیوں کا اجتماع تھا سخت لڑائی کے بعد رومیوں نے شکست کھائی اور پیچھے ہٹ کر شہر میں داخل ہو گئے عقبہ نے محاصرہ کو غیر ضروری سمجھ کر بلاد زاب کی طرف چڑھائی کی اور وہاں کے سب سے بڑے شہر اربہ کو رومیوں کے ہاتھ سے چھین لیا۔ آگے بڑھکر تاہرت پر پھر مقابلہ ہوا۔ رومیوں نے بربر کو اپنا شریک بنالیا تھا۔ غنیم کی کثرت تعداد سے مسلمانوں کو بڑی مشکل پیش آئی لیکن صبر اور کوشش سے اللہ نے ان کو کامیاب کیا۔ رومی اور بربر دونوں نے شکست کھائی اور بے شمار اسلحہ اور اموالِ غنیمت ہاتھ آئے۔

مسلمان پھر طنجہ کی طرف بڑھے وہاں ایک رومی رئیس بلیان تھا۔ اس نے تحائف پیش کئے اور صلح کر لی۔ اس کے بعد طنجہ کے مغرب میں سوس ادنیٰ کو فتح کیا پھر سوس اقصیٰ کی طرف پیش قدمی کی۔ وہاں روم اور بربر کی متحدہ جمعیت سے مقابلہ ہوا۔ سب کو شکست دیتے ہوئے بحر ظلمات تک پہونچ گئے۔ عقبہ نے اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا اور کہا کہ

"یا اللہ اگر سمندر حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا"

اب قیروان کو واپس ہوئے چونکہ سارا ملک فتح ہو چکا تھا اس لئے زیادہ خطرہ نہ تھا۔ فوجوں کے دستے الگ الگ روانہ ہوئے۔ عقبہ کے ساتھ تھوڑی سی فوج رہ گئی۔ راستہ میں مقام تھودا میں رومیوں نے اس قلیل جماعت کو دیکھکر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک بربری سردار کسیلہ جو ابو المہاجر کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا عقبہ کے ساتھ تھا لیکن عقبہ نے ابو المہاجر پر جو سختیاں کی تھیں ان کی وجہ سے وہ دل میں ان کا سخت دشمن تھا یہاں تک کہ خود ابو المہاجر نے عقبہ سے بار بار تاکید کی تھی کہ مجھے جو کچھ خوف ہے وہ کسیلہ سے ہے۔ تم اس سے غافل نہ رہنا۔ لیکن عقبہ نے خیال نہیں رکھا۔

اس موقع پر کسیلہ بھی رومیوں کے ساتھ جا کر مل گیا۔ اور پھر اپنے ہم قوموں کی ایک کثیر جماعت فراہم کر کے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ عقبہ کے ساتھ جس قدر فوج تھی اس میں سے

کوئی بھی نہ بچ سکا۔ کسیلہ اپنی جمعیت لئے ہوئے قیروان کی طرف بڑھا۔ وہاں عقبہ نے قیس بن زہیر کو اپنا نائب بنا کر چھوڑا تھا۔ اس نے مقابلہ کرنا چاہا لیکن فوج کمزور تھی۔ لڑنے پر راضی نہیں ہوئی۔ اس لئے مجبوراً مسلمان بھاگ کر برقہ میں چلے آئے۔ کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کیا۔ وہاں مسلمانوں کے اہل وعیال جو رہ گئے تھے ان کو امان دی۔

ازدواج واولاد

یزید کا پہلا نکاح ام ہاشم بنت عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ہوا تھا۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے معاویہ اور خالد۔ اس نے دوسرا نکاح عبداللہ بن عامر کی بیٹی ام کلثوم کے ساتھ کیا۔ اس کے شکم سے عبداللہ پیدا ہوا جو تمام عرب میں تیر اندازی میں فرد تھا نیز امہات اولاد سے بھی یزید کے کئی بیٹے تھے۔ عبداللہ۔ اصغر۔ عمر۔ ابوبکر۔ عتبہ۔ حرب اور عبدالرحمٰن

وفات

۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ مطابق ۱۰ نومبر ۶۸۳ء کو یزید نے سرزمین شام کے شہر حوران میں وفات پائی۔ اس کا سن ۳۹ سال کا تھا۔

مدتِ خلافت ۳ سال آٹھ مہینے ۱۴ دن رہی۔

معاویہ ثانی۔ مروان بن حکم

عبداللہ بن زبیر

یزید کی وفات کے بعد دو بیعتیں ہوئیں۔ ایک شام میں معاویہ بن یزید کی خلافت کے لئے دوسری حجاز میں عبداللہ بن زبیر کے لئے۔

معاویہ کا سن ۲۱ سال کا تھا۔ جب لوگوں نے بیعت کی تو اس نے سب کو مخاطب کرکے کہا کہ

تم لوگوں نے مجھکو خلیفہ بنایا لیکن میں اپنے اندر اس کے فرائض ادا کرنے کی قوت نہیں پاتا۔ میں نے نظر دوڑائی کہ امت میں کوئی شخص حضرت عمرؓ جیسا ملے تو امارت کو اس کے سپرد کر دوں لیکن نہیں ملا۔ پھر چاہا کہ حضرت عمرؓ کی طرح چند بہترین افراد کو نامزد کر دوں کہ وہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنا لیں مگر ایسے لوگ بھی مجھکو نہ مل سکے۔ اس لئے تم لوگ خود جس کو چاہو منتخب کر لو۔ مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں۔

اس کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا اور تین مہینے کے بعد جب وفات پائی تو اس کا جنازہ نکلا اس نوجوان کی خیر خواہی۔ نیک نیتی اور دنیا سے بے نیازی امت میں نہایت پسندیدہ نظروں سے دیکھی گئی۔

ادھر حجاز میں ابن زبیر کی یہ حالت ہوئی کہ یزید کی وفات کے بعد حصین بن نمیر نے محاصرہ اٹھا لیا تو جاکر ان سے ملا اور کہا کہ اب میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہے۔ میں بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ آپ شام کی طرف چلیں۔ میرے ساتھ جو فوج ہے اس میں وہاں کے اکثر رؤساء و شرفاء ہیں۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ کل اہل شام بلا اختلاف آپ کے ہات پر بیعت کر لیں گے۔ لیکن جو لوگ آپ کے مقابلہ میں لڑے ہیں ان کو امن عام دیدیجئے تاکہ ان کے دل آپ کی طرف سے مطمئن ہو جائیں۔

یہ باتیں حصین نے ان سے آہستہ سے کہیں تھیں۔ لیکن وہ بگڑ کر جوش کے ساتھ بلند آواز سے بولے کہ میں معافی کبھی نہیں دوں گا۔ اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنے ایک ایک مقتول کے بدلے میں دس دس شامیوں کو قتل کروں گا۔

حصین نے کہا کہ میرا گمان یہ تھا کہ آپ عقل و رائے رکھتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ وہ غلط نکلا۔ میں آپ کو خلافت دے رہا ہوں اور آپ قتل و خونریزی پر تلے ہوئے ہیں۔ میں آہستہ کہتا ہوں اور آپ بلند آواز سے بولتے ہیں۔ اس کے بعد وہ اپنی فوج کو لیکر واپس چلا گیا۔

بصرہ میں جب یزید کے مرنے کی خبر پہونچی تو عبداللہ بن زیاد نے وہاں کے

لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ

اہلِ بصرہ! میرا مولد و منشا یہی شہر ہے۔ اسی مقام کے والی میرے باپ تھے اور ان کے بعد پھر میں ہوا۔ جس وقت اس صوبہ کی حکومت میں نے اپنے ہاتھ میں لی تھی۔ اس وقت فوج کے دفتر میں کل ۷۰ ہزار نام تھے لیکن اب ان کی تعداد ایک لاکھ ہے اور اس وقت صرف ۹۰ ہزار اشخاص کو وظائف ملتے تھے۔ آج ایک لاکھ چالیس ہزار زرینے تقسیم ہوتے ہیں جو لوگ مفسد اور امن میں خلل انداز تھے وہ سب قید خانوں میں ہیں۔ میں نے تمام خطرات مٹا دئے جس سے امن عام ہو گیا اور رفاہیت اور خوشحالی بہت ترقی کر گئی۔ اب ایسا کوئی دشمن باقی نہیں رہا جس سے تم کو کوئی اندیشہ ہو۔

یزید اس دنیا سے گزر گیا اور اہلِ شام نے ابھی تک کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ آج تمام اسلامی صوبوں میں بلحاظ قوت اور تعداد کے عراق ممتاز ہے۔ تم لوگ جس کو خلیفہ بناؤ سب سے پہلے میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پھر اگر اہلِ شام نے کسی کو منتخب کر لیا تو تم کو اختیار ہو گا۔ چاہے ان کے ساتھ شامل ہو جاؤ یا اپنی خلافت جداگانہ قائم رکھو۔ کیونکہ تم دوسرے صوبوں سے مستغنی ہو اور وہ تمہارے محتاج ہیں۔

اہل عراق نے کہا کہ تم سے زیادہ خلافت کے لئے ہم کسی کو موزوں نہیں سمجھتے۔ تم اپنے لئے ہم سے بیعت لے لو۔ ابن زیاد نے انکار کیا لیکن انھوں نے اصرار کیا۔ آخر تین انکار کے بعد اس نے ہاتھ بڑھایا۔ عراقی بیعت کرتے تھے مگر وہاں سے نکل کر اپنے ہاتھوں کو دیوار پر رگڑ رگڑ کر صاف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ابنِ زیاد یہ سمجھتا ہے کہ ہم اتحاد اور تفرقہ ہر حال میں اس کے تابعدار رہیں گے؟

اہلِ بصرہ سے بیعت لینے کے بعد اس نے کوفہ والوں سے خواہش کی لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ یہ سُن کر بصرہ والوں نے بھی اس کی بیعت فسخ کر دی۔ اس نے خوف زدہ ہو کر حارث بن قیس اور پھر مسعود بن عمرو سالار ازد کے پاس پناہ لی۔ اس کے بعد ملک شام کی

طرف چلا گیا۔

اہل بصرہ نے باہمی مشورہ سے عبد اللہ بن حارث کو اور اسی طرح اہل کوفہ نے بھی ایک شخص کو اپنا والی بنا لیا۔ پھر دونوں مقامات کے باشندوں نے اپنے اپنے وفود بھیج کر عبد اللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اہل مصر نے بھی انھیں کے ہاتھ پر بیعت کی اب سوائے اہل شام کے جملہ عالم اسلامی ان کی خلافت پر متفق ہو گیا۔

اہلِ شام

دمشق کے امیر ضحاک بن قیس، حمص کے نعمان بن بشیر اور قنسرین کے زفر بن حارث تینوں ابنِ زبیر کے حامی تھے اور ان کی خلافت کے لئے بیعت لیتے تھے۔ صرف فلسطین کا والی حسان بن مالک بنی امیہ کا طرفدار تھا۔ اسی کے پاس افراد بنی امیہ مجتمع ہوئے ان میں سب سے بہتر مروان بن حکم تھے۔ انھیں کے ہات پر ذیقعدہ ۶۵ھ میں سب نے بیعت کی۔ قبیلہ غسان، کلب اور سکاسک وغیرہ سب اس بیعت میں شریک ہوئے اس کا حال سُن کر ضحاک بن قیس نے دمشق سے فلسطین پر فوج کشی کی۔ محرم ۶۵ھ میں مرج راہط میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بیس دن تک میدان کارزار گرم رہا۔ سخت کشت و خون کے بعد آخر میں بنی امیہ غالب آئے اور ضحاک مارے گئے۔ نعمان بن بشیر بھی حمص چھوڑ کر بھاگے۔ وہاں کے لوگوں نے تعاقب کر کے ان کو قتل کر ڈالا۔ زفر بن حارث قنسرین سے قرقیسا ر میں جا کر قلعہ گیر ہو گئے۔ بنی امیہ نے اس کا محاصرہ کیا لیکن وہ اپنی جان بچا کر وہاں سے نکل آئے۔ اب سارا ملکِ شام مروان کے قبضہ میں آ گیا۔ اہل مصر نے بھی ان کی خلافت تسلیم کر لی لیکن مروان کا زمانہ بہت کم رہا اور رمضان ۶۵ھ میں وہ انتقال کر گئے۔

مروان

مروان کی ولادت ۲ھ میں ہوئی تھی۔ سلسلہ نسب یہ ہے مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ ان کی والدہ آمنہ بنت علقمہ بن صفوان تھیں۔

حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان کے کاتب اور مشیر رہے اور امیر معاویہؓ کے عہد میں کئی بار مدینہ کے والی مقرر ہوئے۔ یزید کی وفات کے بعد بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت تقریباً نکل چکی تھی۔ عبید اللہ بن زیاد نے ان کو بیعت لینے کا مشورہ دیا۔ اس کے ہمت دلانے سے تیار ہو گئے اور بالآخر مرج راہط کی فتح کے بعد شام اور مصر دو صوبوں میں ان کی خلافت قائم ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان

مروان نے اپنی وفات سے پہلے اپنے بیٹے عبدالملک کو ولی عہد مقرر کیا تھا۔ ان کے بعد وہی خلیفہ ہوا۔ عبدالملک کی ولادت ۲۶ھ میں مدینہ میں ہوئی تھی۔ اس کی والدہ عائشہ بنت معاویہ بن ولید بن مغیرہ بن ابی العاص بن امیہ تھیں۔

عبدالملک نہایت عاقل۔ دور اندیش۔ ادیب اور فاضل تھا۔ علم میں شیوخ مدینہ مثلاً سعید ابن مسیب اور عروہ بن زبیر کے ہم رتبہ سمجھا جاتا تھا۔ امام شعبی کا قول ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں جس کو دیکھا اس سے اپنے آپ کو علم و فضل میں زیادہ پایا بجز عبدالملک کے کہ جن مسائل یا اشعار کا اس کے سامنے ذکر آیا۔ ان میں اس نے کچھ نہ کچھ ضرور میرے علم میں اضافہ کر دیا۔

جس وقت اس کے ہاتھ میں خلافت آئی اس وقت عالم اسلامی میں اضطراب عظیم تھا۔ اہلِ حجاز نے عبداللہ بن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ عراق میں تین فرقے تھے۔ زبیری۔ شیعہ اور خوارج اور یہ سب کے سب بنی امیہ کے خلاف تھے۔ لیکن وہ اپنی دانشمندی اور عزمِ راسخ کی وجہ سے تمام مشکلات غالب آیا۔ یہاں تک کہ کل ممالک اسلامیہ پر اس کی خلافت مسلم ہو گئی۔

مروان نے ابنِ زیاد کو ایک فوج دے کر جزیرہ کی طرف بھیجا تھا اور اس سے یہ وعدہ

کیاتھاکہ جس قدر ملک تم فتح کرلو گے وہ تمہاری ولایت میں رہے گا۔ اس نے جزیرہ کو فتح کرلیا۔ اسی اثنا میں مروان نے وفات پائی۔ عبدالملک نے اس تقرر کو بحال کر رکھا اور فرمان بھیجا کہ عراق کی طرف پیش قدمی کرو۔

توابین

ابن زیاد جب عین الوردہ پر پہنچا تو اہل عراق کی ایک جماعت سامنے آئی۔ اس کو کسی امیر یا خلیفہ نے نہیں بھیجا تھا، بلکہ یہ شیعہ کی ایک جماعت تھی جو امام حسینؓ کے خون کے مطالبہ اور ان کے قاتلوں سے قصاص لینے کو نکلی تھی۔ ان کی تعداد چھ ہزار تھی اور ان کا سردار سلیمان بن صرد رئیس کوفہ تھا۔ ان لوگوں نے اپنا لقب توابین رکھا تھا۔ کیونکہ امام حسین کی حمایت میں ان سے جو قصور ہوا تھا اُن کے قتل ہو جانے کے بعد اس پر سخت نادم ہوئے اور یہ طے کیا کہ جب تک ہم اُس خون کا انتقام نہ لیں ہماری اس گناہ کا کفارہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مخفی طور پر اسی زمانے سے ساز و سامان اور اسلحہ فراہم کرتے رہے اور لوگوں کو اپنے ساتھ شرکت کی ترغیب دلاتے رہے۔ ۶۵ھ میں موقع پاکر نکلے اور عین الوردہ پر پہنچکر اصل مجرم یعنی ابن زیاد کا مقابلہ ہوا۔ سخت معرکہ ہوا جس میں سلیمان بن صرد اور اس کے اکثر ساتھی مارے گئے۔

مختار

توابین کی بربادی کے بعد کوفہ میں مختار بن ابی عبید ثقفی امام حسین کے خونؓ کے مطالبہ کے بہانے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے مشہور کیا کہ محمد بن حنیفہ نے جو امام مہدی ہیں مجھ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا ہے۔ یہی پہلا موقع تھا کہ امام مہدی کا لقب عالم وجود میں آیا۔ مختار یہ چاہتا تھا کہ ابراہیم بن اشتر کو بھی جو شجاع اور نامور رئیس تھا اپنے ساتھ متفق کرے۔ جب اس کے پاس یہ پیغام بھیجا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنی جماعت کا سردار بناؤ تو تیار ہوں ورنہ نہیں۔ تین دن کے بعد مختار خود اس کے پاس گیا اور امام مہدی یعنی محمد بن حنفیہ کی طرف سے ایک جعلی خط بنا کر اس کو دکھلایا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ مختار کو میں قصاص حسین

کے مطالبہ کے لئے نامزد کرتا ہوں۔ تم اس کی متابعت کرو۔ ابراہیم نے کہا کہ میرے پاس محمد بن حنفیہ کے خطوط برابر آتے ہیں لیکن ان میں کبھی انہوں نے اپنا لقب امام مہدی نہیں لکھا جو اس خط میں لکھا ہوا ہے اس پر کئی شخصوں نے شہادت دی کہ امام موصوف نے ہماری سامنے یہ خط لکھا ہے اس میں شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

ابراہیم کو ان شہادتوں پر یقین آگیا۔ فوراً صدر سے ہٹ کر وہاں مختار کو بٹھایا اور خود حاشیہ پر بیٹھا۔ اس کے بعد باہم مشورہ کر کے طے کیا کہ فلاں تاریخ کو ہم لوگ مطالبہ کیلئے نکلیں گے۔ چنانچہ ربیع الاول ۶۶ھ میں یہ جماعت نکلی۔ پہلے عبداللہ بن مطیع کو جو ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کے والی تھے نکال کر شہر پر قبضہ کیا۔ پھر وہاں کے لوگوں سے اس بات پر بیعت لینی شروع کی کہ کتاب وسنت پر عمل کریں گے۔ اور امام کے قاتلوں سے بدلہ لیں گے۔ اہل بصرہ بھی اس بیعت میں شامل ہو گئے۔

کوفہ کے جو لوگ اس فوج میں شریک تھے جو امام حسین کے مقابلہ کے لئے گئی تھی۔ مثلاً عمر بن سعد وغیرہ۔ مختار نے ان سب کو قتل کر ڈالا اور ان کے مکانات کھدوا کر پھینک دئے۔

ابن زبیر کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اشتباہ میں محمد بن حنفیہ کو قید کر دیا لیکن مختار نے آدمی بھیجکر اُن کو چھڑا لیا۔

اس کے بعد کوفہ سے ایک لشکر ابراہیم اشتر کی ماتحتی میں ابن زیاد کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا جو عراق کی طرف فوج لیکر آرہا تھا۔ فریقین میں چشمۂ خازر پر نہایت سخت جنگ ہوئی۔ ابراہیم فتحیاب ہوا اور ابن زیاد مارا گیا۔

عبداللہ بن زبیر نے مختار کی اس شورش کو رفع کرنے کے لئے حجاز سے اپنے بھائی مصعب کو فوج دیکر روانہ کیا۔ انہوں نے پہلے آکر بصرہ کو قابو میں کیا۔ بہت سے لوگ کوفہ کے بھی جو مختار کے خلاف تھے ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مصعب نے خود لشکر لے کر کوفہ پر چڑھائی کی۔ مقام مدار میں مختار نے نکل کر مقابلہ کیا اور شکست کھائی مصعب اس کا تعاقب کرتے ہوئے

کوفہ میں داخل ہوئے اور اس کو مع ساتھیوں کے قتل کر ڈالا۔ یہاں تک کہ اس کی بیوی عمرہ کو بھی جو نعمان بن بشیر کی بیٹی تھی اس سے تبریٰ نہ کرنے پر مار ڈالا۔ حالانکہ عورتوں کو مارنا سپہ گری کی روح کے منافی ہے۔

اس کے بعد پھر سارا عراق ابن زبیر کے قبضہ میں آ گیا۔

اب رؤسا عراق نے جن میں وفاداری کم تھی مخفی طور پر عبدالملک سے خط و کتابت شروع کی۔ اس نے ان کا سہارا پا کر عراق پر خود فوج کشی کی۔ جب فریقین کا مقابلہ ہوا تو اہل عراق مصعب کا ساتھ چھوڑ کر میدان سے ہٹ گئے۔ آخر انہوں نے شکست کھائی اور قتل ہوئے عبدالملک کوفہ میں داخل ہوا۔ وہاں کے لوگوں سے بیعت لی اور عراق کے انتظام کے لئے عمال مقرر کئے۔

مثل مشہور ہے کہ تاریخ واقعات کو دہراتی ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس قصر میں ابن زیاد کے سامنے امام حسین کا سر کٹ کر آیا تھا۔ اسی قصر میں ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے آیا اور مختار کا سر مصعب کے اور مصعب کا عبدالملک کے اور یہ سارے انقلابات ۶۱ھ سے ۷۱ھ تک یعنی دس سال میں واقع ہوئے۔ عبدالملک نے اس قصر کو منحوس سمجھ کر منہدم کرا دیا۔

محاصرہ مکہ

عراق پر قبضہ ہو جانے کے بعد اب بجز حجاز کے اور کوئی صوبہ عبدالملک کے تسلط سے خارج نہیں رہا اس لئے اس نے کوفہ سے حجاج ابن یوسف ثقفی کی ماتحتی میں جمادی الاول ۷۲ھ میں ایک فوج اس طرف روانہ کی۔ اس نے پہنچکر مکہ کا محاصرہ کیا۔ اور منجنیق سے شہر پر پتھر برسانے شروع کئے۔ محاصرہ نے طول کھینچا۔ ابن زبیر کے طرفدار تنگ آ گئے اور امان لے کر حجاج کے پاس آنے لگے۔ یہاں تک کہ خود ابن زبیر کے دو بیٹے حمزہ اور حبیب بھی حجاج سے آ کر مل گئے۔

عبداللہ بن زبیر نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی والدہ حضرت اسمار کے پاس گئے۔ اور کہا کہ میرے ساتھی یہاں تک کہ میرے بیٹے بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے۔ دشمن مجھے دنیا دینے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ میں اس کی اطاعت کر لوں۔ اب آپ کی کیا رائے ہے؟

انہوں نے کہا اگر تجھے یقین ہے کہ تو حق پر ہے تو جس راہ میں تیرے ساتھیوں نے گردنیں کٹائی ہیں اسی میں تو بھی اپنی جان دیدے اور بنی امیہ کی غلامی قبول نہ کر لیکن اگر تو دنیا کے لئے لڑتا رہا ہے تو نہایت بُرا کیا۔ اپنے کو بھی ہلاک کیا اور اپنے ساتھیوں کی بھی جانیں گنوائیں۔ اگر تو یہ سوچتا ہے کہ میں حق پر تھا لیکن حامیوں کے نہ ہونے کی وجہ سے اب دشمن سے دب جانا مناسب ہے تو یہ شرفا اور دین داروں کا شیوہ نہیں۔ اس سے تو قتل ہو جانا بہتر ہے۔ زندگی چند روزہ ہے آخر تو کب تک دنیا میں رہے گا۔

عبداللہ نے کہا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ قتل کرنے کے بعد ملک شام میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ حضرت اسمار نے فرمایا کہ بکری جب ذبح ہو گئی تو کھال کھینچنے سے اس کو کیا تکلیف۔

عبداللہ نے اپنی نابینا والدہ کا سر چوم لیا اور کہا کہ میری رائے بھی یہی ہے اور اسی ارادہ سے آج چلا ہوں لیکن میں نے مناسب سمجھا کہ اپنا خیال ظاہر کرنے سے پہلے تمہاری رائے لے لوں۔ الحمد للہ کہ تم نے میری بصیرت میں اضافہ کیا اور ہمت میں قوت بخشی لیکن دیکھنا آج میں ضرور قتل ہو جاؤں گا۔ ایسا نہ ہو کہ تم میرے اوپر زیادہ رنج و غم کرو۔ میرے معاملہ کو اللہ کے سپرد کرنا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے نہ کبھی برائی کو پسند کیا نہ کسی مسلمان پر ظلم کیا نہ کوئی عہد توڑا اور نہ کبھی امانت میں خیانت کی۔ میرے کسی عامل کی اگر کوئی بیجا کارروائی مجھ تک پہونچی تو میں کبھی اس سے راضی نہیں ہوا بلکہ تنبیہ کی۔ بجز رضائے الٰہی کے کوئی شئے مجھے مطلوب نہیں رہی۔ اے اللہ! میں یہ سب کچھ اپنی مدح کے لئے نہیں بلکہ اپنی اماں کی تسلی کے لئے کہتا ہوں۔ حضرت اسمار نے کہا کہ انشاء اللہ میں صبر جمیل

اختیار کروں گی۔

اس کے بعد وہ نکلے اور لڑکر مقتول ہو گئے۔ حجاج نے ان کی نعش کو سولی پر چڑھادیا۔ تین دن کے بعد اتار کر حضرت اسماء کے پاس بھیجدیا۔ انہوں نے دفن کرایا اور اس واقعہ کے بیس دن بعد خود بھی انتقال کر گئیں۔

ابن زبیر

عبداللہ کے والد حضرت زبیر بن العوام حواری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر تھیں جن کا لقب ذات النطاقین تھا۔ ہجرت کے بعد یہ اسلام کے اولین فرزند ہیں۔ ان کی ولادت مسلمانوں کے لئے مبارک فالی اور باعث خوشی ہوئی تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ ہجرت کے بعد ایک عرصہ تک مدینہ میں کسی مہاجر کے کوئی اولاد نہیں پیدا ہوئی۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ ہمارے معبودوں کے دشمنوں کی نسل نہیں چل سکتی۔ جب عبداللہ پیدا ہوئے تو ان کی زبان بند ہوئی۔

اولاد صحابہ میں شجاعت، زہد اور عبادت میں ممتاز تھے۔ خلافت راشدہ میں متعدد جنگوں میں شریک ہوئے۔ امیر معاویہ کے عہد میں حملۂ قسطنطنیہ میں بھی شامل تھے بلاد خزر اور نیز افریقہ کی فتح میں کارہائے نمایاں انجام دئے۔

یزید کی خلافت پر انہوں نے اور امام حسین نے بیعت نہیں کی اور مکہ میں چلے آئے۔ جب امام حسین مکہ سے نکل کر کوفہ چلے گئے اور کربلا کا واقعہ پیش آیا تو اس کے بعد حجاز میں انہوں نے اپنی خلافت کی بیعت لینی شروع کی۔ یزید نے فوج بھیجی لیکن عین محاصرہ کی حالت میں اس کی وفات کی خبر آگئی۔ اس لئے وہ واپس چلی گئی۔ ۶۶ھ میں بجز شام کے اور تمامی اسلامی صوبوں پر ان کی خلافت قائم ہوگئی۔ ۹ سال خلیفہ رہ کر ۷۲ھ میں مقتول ہوئے

حجاج

ابن زبیر کے قتل کے بعد عبدالملک نے حجاج کو حجاز کا امیر مقرر کیا۔

اہل عراق کی شرارتیں اور فتنہ انگیزیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ عبدالملک تنگ آ گیا اس لئے ان کی اصلاح کے واسطے حجاج کو حجاز سے منتقل کر کے عراقین یعنی بصرہ اور کوفہ کا والی بنایا۔ وہ صرف بارہ سواروں کو لئے ہوئے کوفہ میں داخل ہوا۔ اس کے سر پر اس وقت سرخ ریشم کا عمامہ اور منہ پر اسی کا ڈھاٹا بندھا ہوا تھا۔ جامع مسجد میں جا کر منبر پر کھڑا ہوا۔ اہل کوفہ نے وہاں ہجوم کیا۔

چونکہ وہ امرا کی تذلیل اور تحقیر کے عادی تھے اس لئے ان میں سے بعض بعض تیر و کماں اور بہت سے حجاج کے اوپر پھینکنے کے لئے مٹھی میں سنگریزے لئے ہوئے تھے۔

حجاج نے ڈھاٹا کھولا اور ایسی ہولناک تقریر کی کہ لوگ لرز اٹھے اور ان کے ہاتھوں سے تیر و کماں اور سنگریزے سب چھوٹ کر گر پڑے۔ اس تقریر کا خلاصہ یہ تھا۔

حاضرین! میں یہاں بہت سے سروں کو دیکھتا ہوں کہ ان کے کٹنے کا وقت قریب آ گیا ہے اور مجھ کو بہت سے عمامے اور ڈاڑھیاں نظر آتی ہیں۔ جو خون میں شرابور ہونیوالی ہیں

امیر المومنین نے اپنے تمام تیروں کو دیکھا۔ ان میں جو سب سے سخت اور جگر دوز تھا اس کو تمہارے اوپر چلایا۔ دیکھو میں وہی تیر ہوں۔ میں تمہاری شرارتیں بھلا دوں گا اور تمہارے سارے بل نکال دوں گا۔

تم ایک زمانہ سے فتنہ اور فساد انگیزی کے بستر پر لوٹتے اور گمراہی اور تفرقہ پردازی کی خواب گاہ میں سوتے رہے ہو۔ اب وقت آیا ہے کہ میں تمہاری آنکھیں کھول دوں اور تمہیں بتاؤں کہ کون سا راستہ ٹھیک ہے۔ تمہاری مثال اس بستی والوں کی مثال ہے جو قرآن میں بیان کی گئی ہے کہ اطمینان کے ساتھ وہ رہتے تھے اور ہر طرف سے ان کی روزی چلی آتی تھی۔ لیکن انہوں نے اللہ کی ناشکری کی اس لئے ان پر بھوک اور خوف کا عذاب مسلط کیا گیا۔

امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تمہاری تنخواہیں تقسیم کر دی جائیں اور تم لوگ مہلب

بن ابی صفرہ کے پاس خارجیوں کے مقابلہ میں پہونچ جاؤ۔ میں اعلان کرتا ہوں کہ تقسیم تنخواہ کے چوتھے دن اگر کوئی مہلب کے پاس نہ گیا اور کوفہ میں نظر آیا تو اس کی گردن اڑادوں گا۔ تم سے یہ بھی بتادیتا ہوں کہ میں جو کچھ زبان سے کہتا ہوں اس کو پورا کر کے چھوڑتا ہوں۔

اس کے بعد غلام سے کہا کہ لوگوں کو امیرالمومنین کا فرمان سنادے۔ اس نے پڑھنا شروع کیا۔

من جانب عبدالملک بہ اہلِ کوفہ۔ السلام علیکم

حاضرین میں سے کسی نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ حجاج نے یہ دیکھکر غلام کو روک دیا اور ڈانٹ کر لوگوں سے کہ امیرالمومنین تم کو سلام کہتے ہیں اور تمہارے منہ سے جواب نہیں نکلتا۔ یہاں کے امراء نے یہی سبق تم کو سکھایا ہے۔ میں تم کو ٹھیک کر کے رہوں گا یہ سن کر تمام مجمع نے ہم آواز ہو کر سلام کا جواب دیا۔

حجاج نے تنخواہیں تقسیم کرنی شروع کیں۔ ایک نہایت سن رسیدہ شخص جس کے جسم میں رعشہ تھا آیا۔ اس نے تنخواہ لی اور کہا کہ میں اب لڑائی کے قابل نہیں رہا۔ میرے بجائے میرے بیٹے کو بھیجدیجئے۔ حجاج نے منظور کر لیا کسی نے کہا کہ آپ کو خبر بھی ہے کہ یہ بڈھا کون ہے۔ یہ عمیر بن ضابی برجمی ہے جو حضرت عثمانؓ کے قتل ہو جانے کے بعد ان کے گھر میں پہونچا تھا اور اُن کے سینے پر چڑھکر اُن کی دو پسلیاں توڑ ڈالیں تھیں اور اس پر فخریہ اشعار کہے تھے۔

حجاج نے اس کو واپس بلایا اور کہا کہ اے شیخ خلیفہ مظلوم کی پسلیاں توڑنے کے لئے اپنے بدلہ میں کسی اور کو کیوں نہیں بھیجا پھر اس کو اپنے سامنے قتل کرادیا۔

لوگوں کا یہ حال تھا کہ تنخواہیں لے کر اپنے رشتہ داروں کے حوالہ کرتے تھے کہ ہم مہلب کے پاس جاتے ہیں۔ تم ہمارا سامان ٹھیک کر کے وہیں بھیجدینا۔

حجاج کے خطبہ اور اس کے عمل پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سختی اور ظلم کا رویہ اختیار کیا تھا۔ اور یہ سیاست وہ ہے کہ اس سے حقیقی اصلاح کبھی نہیں ہو سکتی صرف دہکتے ہوئے انگاروں پر خاکستر ڈالی جا سکتی ہے لیکن جب پھر ہوا چلے گی تو آگ بھڑک اٹھے گی۔

نیز اہل عراق کی ذلت اور دنارت طبع کی بھی اس سے شہادت ملتی ہے کہ وہ صرف بارہ سواروں کے ساتھ ان کے شہر میں داخل ہوتا ہے اور وہاں کے بڑے بڑے رؤسار اور شرفار کے مجمع کو ڈراتا دھمکاتا ہے۔ اور پھر ان کے اوپر طرح طرح کے بیجا ظلم و ستم کرتا ہے اور وہ خاموشی کے ساتھ بھیڑوں کی طرح سر جھکائے رہتے ہیں اور ان سب کو برداشت کرتے ہیں حالانکہ فتنہ اور فساد کے وقت یہی لوگ شیر نظر آتے تھے۔

لیکن آئندہ معلوم ہوگا کہ ان کی یہ فروتنی بھی وقتی تھی اور جب تفرقہ کا موقع ملا تو پھر اسی جوش و خروش کے ساتھ انہوں نے حصہ لیا۔

حجاج نے بصرہ میں بھی جا کر اسی قسم کی تقریر کی جیسی کوفہ میں کی تھی۔ وہاں ایک شخص نے آکر تنخواہ واپس کی اور کہا کہ مجھکو فتق کا عارضہ تھا۔ امیر سابق بشر بن مروان نے اسی معذوری کی وجہ سے مجھے فوجی خدمت سے سبکدوش کر دیا تھا آپ بھی معاف کیجئے حجاج نے اس کو قتل کر دیا۔ اس سے اہل بصرہ پر اس قدر رعب غالب ہوا کہ فوراً وہ لوگ مہلب کی فوج میں مقام رامہرز میں پہونچکر شریک ہو گئے۔

سنہ ۷۹ھ میں حجاج نے عبداللہ بن ابی بکرہ کو سیستان کی مہم پر روانہ کیا کیونکہ وہاں کا فرمانروا رتبیل باغی ہو گیا تھا اور بہت سے مسلمانوں کو اس نے قتل کر ڈالا تھا۔ عبداللہ نے پہونچکر جنگ شروع کی اور اس کے اندرون ملک میں گھستے چلے گئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں سے گھر گئے اور ان کی فوج کو بہت نقصان برداشت کرنا پڑا۔

حجاج نے بیس ہزار فوج بصرہ سے اور اسی قدر کوفہ سے نہایت ساز و سامان کے ساتھ عبدالرحمن بن اشعث کی ماتحتی میں پھر روانہ کی۔ عبدالرحمن نے فتح کرنا شروع کیا۔

جس جس شہر پر قبضہ کرتا تھا اس کا پورا انتظام کر کے آگے بڑھتا تھا۔ جب بہت سے مقامات فتح ہو چکے تو کہا کہ اب اس تمام مفتوحہ علاقہ کا بند و بست کرنے کے بعد ہم سال آیندہ آگے بڑھیں گے۔

حجاج نے لکھا کہ تمہاری یہ رائے کمزوری اور سستی کی وجہ سے ہے۔ غنیم نے عہد شکنی کی ہے۔ سرحدی مقامات کو تاخت و تاراج کیا ہے۔ مسلمانوں کو قتل کر کے اُن کے اہل و عیال کو پکڑ لے گیا ہے۔ تم کو چاہیئے کہ اس کے قلعوں کو مسخر کر کے ڈھا دو اور اس کے ملک پر قبضہ کر کے اس کو سزا دو۔ اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اپنے بھتیجے اسحاق بن محمد بن اشعث کو فوج کی سپہ سالاری سپرد کر دو اور خود میرے پاس واپس چلے آؤ۔

فتنۂ ابن اشعث

یہ فرمان جس وقت پہونچا تو اہلِ فوج نے جس میں تمامتر عراقی تھے متفق ہو کر حجاج کی مخالفت کی اور کہا ہم اس کو اپنا امیر نہیں مانتے۔ عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر امارت کی بیعت ہوئی۔ رتبیل کے ساتھ مصالحت کر کے یہ لوگ عراق کی طرف واپس چلے کہ وہاں سے حجاج کو نکال دیں۔ فوج کے آگے اعشیٰ شاعر تھا جو حجاج کی ہجو اور عبدالرحمٰن کی مدح میں اشعار پڑھتا تھا۔

صوبہ فارس میں پہونچکر عراقیوں نے کہا کہ جب ہم نے حجاج کو امیر نہیں رکھا تو عبدالملک ہمارا خلیفہ نہیں رہا۔ لہٰذا عبدالرحمٰن کو ہم خلیفہ بناتے ہیں۔ چنانچہ کل فوج نے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔ حجاج نے ان واقعات سے عبدالملک کو مطلع کیا اس نے امداد کے لئے فوجیں روانہ کیں۔ حجاج ان کو لے کر تستر کی طرف آیا۔ جب مقابلہ ہوا تو عراقیوں نے اس کے مقدمہ لشکر کو شکست دیدی۔ حجاج وہاں سے ہٹ کر مقام زاویہ میں آکر مقیم ہوا۔ عبدالرحمٰن نے بصرہ پر قبضہ کر لیا اور وہاں سے فوج لے کر آیا۔ زاویہ میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بہت خونریز جنگ ہوئی۔ پہلے شامیوں نے شکست کھائی لیکن

حجاج کی ثابت قدمی کی وجہ سے پھر پلٹے اور عراقیوں کے میمنہ کو الٹ دیا۔ عبدالرحمن میدان چھوڑ کر کوفہ کی طرف گیا اور دارالامارة پر قبضہ کر لیا۔ حجاج بھی اس کے پیچھے جا کر دیر قرہ میں خیمہ زن ہوا۔

عبدالملک نے مصلحت اندیشی اور عراقیوں کے خوش کرنے کے خیال کو محمد بن مروان کو روانہ کیا اور رؤسا عراق کو لکھا کہ اگر تم حجاج کے مخالف ہو تو میں اس کو معزول کر کے اس کے بجائے اپنے بھائی کو تمہاری امارت کے لئے بھیجتا ہوں۔ اہلِ عراق نے جواب دیا کہ ہم حجاج کی امارت اور تمہاری خلافت کسی کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔

محمد بن مروان نے حجاج سے کہا کہ یہ سرکش نہیں مانتے۔ اب تمہیں یہاں کے والی ہو جس طرح ہو سکے اس مہم کو سر کرو۔

عبدالرحمن اور حجاج کی فوجوں میں دیر جماجم میں پورے سو دن تک جنگ قائم رہی آخر ۱۴ جمادی الثانی ۸۳ھ کو عبدالرحمن نے شکست کھائی۔ حجاج نے اعلان کیا کہ بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جائے اور جو پلٹ آئے یا رے میں قتیبہ کے پاس چلا جائے اس کو امان ہے۔ فتح کے بعد وہ کوفہ میں داخل ہوا اور تجدید بیعت کے لئے لوگوں کو بلایا۔ ہر شخص سے پہلے اس کے کافر ہونے کا اقرار کرا کے پھر بیعت لیتا تھا۔ جو اپنے کفر کا اقرار نہیں کرتا تھا۔ اس کو قتل کر دیتا تھا۔

اعشیٰ شاعر بھی گرفتار ہوا۔ حجاج نے کہا کہ اپنے وہ اشعار سناؤ جن سے باغیوں کو جوش دلاتے تھے۔ اس نے ایک نہایت فصیح و بلیغ قصیدہ حجاج کی مدح میں پڑھا۔ لوگوں کو امید ہوئی کہ شائد اس کو معافی مل جائے لیکن حجاج نے وہیں اپنے سامنے قتل کرا دیا۔

عبدالرحمن کا فتنہ اہلِ عراق کی آخری شورش تھی۔ اس میں وہ بالکل تباہ و برباد ہو گئے اور ان کے زیادہ تر رؤسا و شرفا مٹ گئے چنانچہ اس کے بعد پھر وہ کوئی فتنہ برپا نہیں کر سکے۔

عبدالرحمن نے بھاگ کر رتبیل کے یہاں پناہ لی۔ حجاج نے لکھا کہ ہمارے مجرم کو بھیج دو۔

ورنہ ہم خود آئیں گے۔ عبدالرحمن نے جب رہائی کی کوئی صورت نہ دیکھی تو کوٹھے پر سے گر کر خودکشی کی۔ رتبیل نے اس کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیجدئے۔ ۶۱ھ سے ۸۶ھ تک امت اسلامیہ کا ۲۵ سال کا زمانہ شورش فتنہ اور اضطراب میں گزرا۔ بڑے بڑے اشخاص خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑے ہو جاتے تھے جس کی بدولت تفرقہ پڑ جاتا تھا اور امت میں باہم جنگ و خونریزی ہونے لگتی تھی۔

تعجب ہوتا ہے کہ کیا یہ لوگ کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے تھے جس میں دنیا طلبی اور امت میں تفرقہ اندازی اور فتنہ انگیزی کی سخت مذمت ہے۔ یا عاقبت اندیش نہ تھے کہ اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ امت کی قوت اور شوکت کو آپس میں لڑا کر فنا کر دینے کا انجام کیا ہوگا یا ان کو عقبیٰ کا خوف نہ تھا کہ اپنے اغراض کے لئے مسلمانوں کا خون بہانے میں کوئی باک نہیں ہوتا تھا۔

خود خلفاء وقت بھی اس مواخذہ سے بری نہیں ہو سکتے کیونکہ انھوں نے امت کو مطیع بلکہ غلام بنانے کے لئے سخت جابرانہ سیاست رکھی اور ان کے دلوں میں اپنی محبت اور ہمدردی پیدا کرنے کا کوئی طریقہ اختیار نہیں کیا۔ اس وجہ سے جس وقت اس کو کوئی خلیفہ کا مخالف ملتا وہ اس کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو جاتی۔

خوارج

یزید کے زمانہ میں جب شامی فوج نے مکہ کا محاصرہ کیا تھا اس وقت خارجیوں کی ایک جماعت وہاں پہونچی کہ اگر عبداللہ بن زبیر ہمارے ہم خیال ہوں تو ہم ان کی امداد کریں۔ اس جماعت کے سرگروہ نجدہ بن عامر اور نافع بن ارزق تھے۔ یہ لوگ اُن سے ملے اور پوچھا کہ شیخین کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ بہترین خلفاء تھے۔ خوارج نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کو آپ کیسا سمجھتے ہیں جنھوں نے ایسی باتیں کیں جو اسلام اور انصاف کے خلاف تھیں، جن کی وجہ سے ان کی بیعت فسخ اور امامت فاسد

ہوگئی تھی اور اپنی خلافت کے آخری چھ سال میں وہ واجب القتل ہوگئے تھے۔

پھر ان کے بعد جس نے بیعت لی اور حکم الٰہی میں اشخاص کو ثالث بنایا ان کے بارہ میں کیا کہتے ہیں نیز اپنے والد اور حضرت طلحہ کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے جو ایک خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے بعد محض دنیاوی خواہش سے اس کے مقابلہ کو نکلے اور حضرت عائشہؓ کو بھی بھی اپنے ساتھ لاکر میدان جنگ میں کھڑا کیا۔ حالانکہ حرم رسول کو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف الفاظ میں حکم دیا ہے کہ تم اپنے گھروں میں جا گزیں رہو۔

اگر ان سب باتوں میں آپ ہمارے ہم خیال ہوں تو اللہ اس کا اجر دے گا اور ہم آپ کی مدد کے لئے تیار ہیں ورنہ آپ قیامت میں رسوا اور دنیا میں ذلیل ہوں گے۔

عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے فرعون کے بارہ میں بھی حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مُردوں کی بُرائی کر کے زندوں کو اذیت نہ پہونچاؤ۔ چنانچہ اسی خیال سے کہ عکرمہ بن ابی جہل آزردہ نہ ہوں لوگوں کو ابوجہل کو بُرا کہنے سے منع کردیا۔ جب فرعون اور ابوجہل جیسے لوگوں کو بُرا کہنے کی اجازت نہیں ہے تو میں ان بزرگوں اور خاص کر اپنے باپ کو کیونکر بُرائی کیساتھ یاد کر سکتا ہوں۔ باپ کے جو حقوق اولاد پر ہیں وہ تو تم کو معلوم ہیں ہاں بلا تصریح یہ کہنے کے لئے تیار ہوں کہ ظالموں سے بری ہوں! اب جو بھی ظالم ہو وہ اس میں داخل ہے۔

دوسرے دن خوارج پھر ان کے پاس گئے اور تصریح چاہی اُنھوں نے کھڑے ہو کر حضرت عثمان، زبیر اور طلحہ رضی اللہ عنہم کی مدح و ثنا میں ایک مدلل تقریر فرمائی اور خوارج کے جس قدر اعتراضات تھے سب کے جوابات دئے۔ خوارج ان سے مایوس ہوگئے۔ ان کی ایک جماعت یمامہ کی طرف گئی دوسری نافع بن ازرق کے ساتھ اہواز تک پہونچی اور وہاں سے خلیفہ کے عامل کو نکال کر خراج وصول کرنا شروع کیا۔

اب تک یہ فرقہ متحد تھا لیکن نافع کی وجہ سے اس میں تفرقہ پڑگیا کیونکہ اس نے کل دارالاسلام کو دارالحرب قرار دیا اور کہا کہ ان کے بچوں کا مار ڈالنا اور ان کی امانتوں کا

غصب کر لینا حلال ہے۔ نہ ان کے ساتھ مناکحت جائز ہے نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ روا ہے جو لوگ دین کی مدد کے لئے تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو جائیں صرف وہی مسلمان ہیں اور باقی سب کافر ہیں۔ تقیہ حرام ہے۔ جو لوگ فتنہ سے کنارہ کشی کر کے الگ بیٹھ جائیں اور تیغ بکف ہو کر اسلام کی خدمت کے لئے نہ نکلیں وہ بھی بمنزلہ کفار کے ہیں۔

نجدہ بن عامر نے اس کی مخالفت کی۔ دونوں کے درمیان تحریری بحث ہوئی نیز ہیصم بن جابر اور عبداللہ بن اباض نے بھی جو خارجیوں کے سرغنے تھے نافع کے قول کو نہیں تسلیم کیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اس میں شک نہیں کہ ہمارے مخالف بھی حق کے اسی طرح دشمن ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعدار تھے لیکن فرق یہ ہے کہ یہ لوگ توحید کا اقرار اور کتاب اللہ کو تسلیم کرتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ مناکحت وغیرہ ناجائز نہیں ہے۔

عبداللہ بن صفار نیس خوارج کے پیرو جو صفریہ کہے جاتے تھے ان لوگوں کو جو فتنہ سے الگ ہو کر بیٹھ جائیں بُرا نہیں سمجھتے تھے چنانچہ یہ ساری جماعت خانہ نشین ہو گئی۔

نافع بن ازرق جو تمام خوارج میں سخت تر تھا۔ اس کا قبضہ اہواز سے بصرہ کے قریب تک پہونچ گیا۔ دس ہزار اہلِ بصرہ سلیم بن عبیس کی ماتحتی میں اس سے لڑنے کے لئے گئے۔ دولاب میں مقابلہ ہوا۔ نافع اور سلیم دونوں مارے گئے۔

خوارج نے عبیداللہ بن بشیر کو اپنا سردار بنایا اور اہل بصرہ نے ربیع بن عمرو کو۔ تقریباً ایک مہینہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر میں بصریوں نے شکست کھائی۔

اس ہزیمت کی خبر سے اہل بصرہ میں بہت پریشانی پھیل گئی۔ وہاں کے اہل الرائے ورؤسا مجتمع ہو کر مہلب کے پاس گئے اور کہا کہ خوارج کی مہم بلا تمہارے سر نہیں ہو سکتی۔ اس نے کہا کہ تین شرطیں ہیں۔

(۱) جس قدر علاقہ میں اُن سے لوں اس کی حکومت میرے ہاتھ میں رہے۔

(۲) جنگ کے لئے ساز و سامان اور اسلحہ کا بندوبست بیت المال سے کیا جائے۔

(۳) بصرہ کے شہسواروں اور بہادروں میں سے جن کو میں منتخب کروں وہ لوگ میرے ساتھ چلیں۔

یہ تینوں شرطیں منظور کی گئیں اور مہلب ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا ایک ایک مقام سے ان کو ہٹاتا ہوا اہواز تک لے گیا۔ وہاں انھوں نے اپنے قدم جمالئے یہاں تک کہ اہل بصرہ مقابلے کی تاب نہ لاکر میدان سے بھاگ چلے لیکن مہلب کی ثابت قدمی دیکھکر پھر پلٹے۔ خوارج کا سردار مارا گیا اور وہ ہزیمت اٹھا کر بھاگے۔ تعاقب میں بہت سے مارے گئے۔ بقیۃ السیف نے کرمان میں آکر دم لیا۔ مہلب اپنی فوجیں لئے ہوئے برابر ان کے پیچھے لگا رہا۔

عراق میں جب عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب امیر ہو کر آئے تو انھوں نے مہلب کو موصل کا امیر بنا کر بھیجدیا اور خوارج کے مقابلہ میں عمر بن عبیداللہ بن معمر کو مقرر کیا۔ خوارج اس وقت ارجان میں مجتمع تھے اور ان کا سردار زبیر بن علی تھا۔ عمر نے پہونچکر ان کو شکست دی۔ وہ اصفہان میں آگئے۔

عمر نے فوج لے کر سابور میں مقام کیا۔ مالک بن حسان نے کہا کہ مہلب کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ رات کو نگہبان اور طلائے رکھا کرتے تھے تاکہ دشمن پیچھے سے نہ آپڑے۔ عمر نے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ موت قبل از وقت نہیں آسکتی۔

اتفاق یہ ہوا کہ اسی رات کو خوارج نے شبخون مارا مگر نقصان اُٹھا کر گئے۔ عمر نے مالک سے کہا کہ تم نے دیکھا۔ اس نے کہا ہاں لیکن مہلب کے ساتھ ان کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔

خوارج اصفہان سے اہواز اور وہاں سے اصطخر تک تاخت وتاراج اور قتل وغارت کرتے پھرتے تھے۔ آخر مصعب نے پھر مہلب کو موصل سے بلا کر خوارج کی مہم پر مامور کیا۔ ان کا سردار اس وقت قطری بن الفجاۃ تھا جس کو وہ امیر المومنین کہتے تھے۔

مہلب فوج لے کر اہواز پہونچا۔ خوارج وہاں سے رامہرمز کی طرف چلے گئے۔ اسی دوران میں مصعب مارے گئے اور عبدالملک نے فتح پائی۔ خوارج کو یہ خبر پہلے معلوم ہوگئی۔

انھوں نے مہلب کی فوج سے پکار کر پوچھا کہ مصعب کو تم لوگ کیسا سمجھتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ امام ہادی۔ پھر پوچھا عبد الملک کو؟ ادھر سے جواب دیا گیا کہ گمراہ اور گمراہ کن۔ دو روز کے بعد جب مہلب کے پاس بھی اطلاع آگئی تو خوارج نے پوچھا کہ مصعب کو کیسا سمجھتے ہو۔ ادھر سے لوگ چپ رہے۔ پھر انھوں نے کہا عبد الملک کو؟ ان لوگوں نے جواب دیا "امام ہادی"

خوارج نے کہا کہ کل جو گمراہ اور گمراہ کن تھا وہی آج امام مہدی ہو گیا۔ اے دنیا کے بندو تم پر لعنت ہو۔

عبد الملک نے بصرہ کا والی خالد بن عبد اللہ کو مقرر کیا۔ اس نے مہلب کو معزول کرنا چاہا۔ اہل بصرہ نے کہا کہ یہاں محض اسی وجہ سے امن قائم ہے کہ مہلب اہواز میں ہے۔ اگر تم اس کو معزول کر دو گے تو خوارج چڑھائی کر دیں گے۔ لیکن خالد نے ان کے مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ مہلب کو خراج کی تحصیل پر لگایا اور اپنے بھائی عبد العزیز کو اس کے بجائے امیر الجیش بنا کر بھیجا۔ خوارج نے دار بجرو میں اس کو سخت شکست دی۔

عبد الملک نے خالد کو لکھا کہ یہ نقصان تمہاری غلطی سے ہوا۔ مہلب جیسے شجاع اور تیغ آزما سردار کو ہٹا کر عبد العزیز کو سالار فوج بنانا کسی طرح مناسب نہ تھا۔ لہٰذا اب تم خود فوج لے کر جاؤ اور مہلب کے مشورہ سے خوارج کا مقابلہ کرو۔ میں نے اپنے بھائی بشر بن مروان والی کوفہ کو حکم لکھ دیا ہے۔ وہ بھی تمہاری امداد کے لئے فوج بھیجے گا۔

خالد اس حکم کے مطابق مہلب کے ساتھ اہواز کی طرف گیا۔ کوفہ سے بھی کمک کے لئے چار ہزار سوار آ گئے۔ خوارج مقابلے کی تاب نہ لا کر وہاں سے ہٹ گئے۔ فوج نے ان کا تعاقب کیا۔ لیکن راستہ اس قدر دشوار تھا کہ فوج کے اکثر گھوڑے مر گئے اور بیشتر سوار پیادہ واپس آئے۔

اسی زمانہ میں بحرین میں ابو فدیک خارجی نے سر اٹھایا۔ خالد نے اس کے مقابلہ

کے لئے فوج بھیجی لیکن وہ شکست کھا گئی۔ عبد الملک نے یہ دیکھکر خالد کو معزول کردیا اور اس کے بجائے بشر والی کوفہ کو مقرر کیا اور لکھا کہ خارجیوں کی مہم بالکل مہلب کے سپرد کردو۔ مجھے اس کی شجاعت، جنگی تدابیر اور امت کی خیر خواہی پر اعتماد ہے اور منتخب فوج اس کے ساتھ کردو۔

بشر کو مہلب کا تقرر خود خلیفہ کی طرف سے ناگوار گذرا۔ چنانچہ اس کینہ پرور اور بدخواہ امت امیر نے جب فوج روانہ کی تو اس کے سردار عبد الرحمن بن مخنف کو ناعاقبت اندیشی سے یہ ہدایت کی کہ تم خود اپنی رائے سے کام کرنا۔ مہلب کے حکم کی تابعداری کرنے کی تم کو کچھ ضرورت نہیں ہے۔ میں بلحاظ تمہاری شجاعت اور شرافت کے تمہیں سپہ سالار مقرر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن خلیفہ نے بے سمجھے بوجھے یہ مہم مہلب کے سپرد کردی۔

یہ فوج رامہرمز میں پہونچی۔ خوارج مقابلہ میں آئے۔ لیکن اسی دوران میں بشر کی وفات کی خبر آگئی۔ اس کو سن کر کوفہ اور بصرہ کے بہت سے لوگ میدان چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ بشر کے بجائے خالد بن عبد اللہ مقرر ہوا تھا۔ اس نے ہر چند لوگوں سے کہا کہ تم جنگ میں جاکر شریک ہو اور خلیفہ کے حکم سے سرتابی نہ کرو لیکن کوئی نہیں گیا۔ عبد الملک نے اُن کی نافرمانی کا حال سُنکر ۷۵ھ میں جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں حجاج بن یوسف کو عراق کا والی بنا کر بھیجا۔ اس کے دباؤ سے اہل کوفہ و بصرہ مہلب کے پاس پہونچ گئے۔

مہلب سابور میں مقیم تھا۔ تقریبًا ایک سال تک خوارج سے مقابلہ ہوتا رہا چونکہ کرمان پر خارجیوں نے قبضہ کرلیا تھا اس لئے مہلب نے اسی طرف پیشقدمی کی اور صوبہ فارس میں بھی تقریبًا ایک سال تک لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ حجاج نے برار بن قبیصہ کے ہمراہ ایک فوج امداد کے لئے بھیجدی اور مہلب کو لکھا کہ بہت زمانہ گزر گیا اس مہم کو جلد ختم ہونا چاہیے۔

مہلب ساری فوج لے کر خارجیوں کے مقابل میں صف آرا ہوا۔ اپنے ساتوں بیٹوں

کو ایک ایک دستہ کا امیر بنایا اور خود ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر لڑنا شروع کیا سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ رات کو فوجیں واپس آئیں۔

برار نے کہا تمہارے بیٹوں جیسے بہادر اور تمہارے سواروں جیسے سوار میں نے آج تک نہیں دیکھے اور نہ اس قسم کی سخت لڑائی میری نظر سے گزری مگر بات یہ ہے کہ فتح آسمان سے اُترتی ہے انسان کی کوشش پر موقوف نہیں۔

برار نے وہاں سے واپس آکر حجاج کو اصل کیفیت سے مطلع کیا اور کہا کہ نہ مہلب کا قصور ہے نہ فوج کا بلکہ خوارج کی جماعت نہایت جانباز اور سرفروش ہے ان سے عہدہ برآ ہونا آسان نہیں ہے۔

مہلب وہاں اٹھارہ مہینہ تک لڑتا رہا۔ اور خوارج مغلوب نہیں ہو سکے لیکن اسی اثنا میں خود خوارج کی جماعت میں ایک ایسا واقعہ ہو گیا جو اُن کے گمان میں بھی نہ تھا یعنی ان کے ایک نامی شہسوار مقعطر نے کسی جھگڑے کی بنیاد پر اپنی ہی جماعت کے ایک شخص کو مار ڈالا۔ مقتول کے ورثہ امیر خوارج قطری کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ قاتل کو ہمارے حوالہ کرو۔ اس نے انکار کیا اور کہا کہ مقعطر ایک فاضل اور دیندار شخص ہے اس نے تاویل شرعی کی بنا پر اس کو قتل کیا ہے۔ اگر اس کا جرم ثابت ہو سکتا ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ اس نے تاویل میں غلطی کی۔ ایسی حالت میں میں قصاص کو لازم نہیں سمجھتا اس فیصلہ کی وجہ سے جماعتِ خوارج میں اختلاف پیدا ہو گیا اور ایک گروہ نے قطری کی بیعت فسخ کر کے عبدربہ الکبیر کو اپنا سردار بنایا۔ اب دونوں فریق میں باہم لڑائی شروع ہوئی جو تقریباً ایک مہینہ تک جاری رہی۔ حجاج کا یہ خیال تھا کہ اسی حالت میں ان پر حملہ کیا جائے لیکن مہلب نے اس کو پسند نہیں کیا۔ وہ خاموش ہو رہا۔

جب دونوں فریق خوب لڑ چکے اور قطری شکست کھا کر اپنے ساتھیوں کو لے کر طبرستان کی طرف چلا گیا تو مہلب نے عبدربہ کی جماعت کے مقابلہ کے لئے اپنی فوج بڑھائی

اور ان سب کو قتل کر دیا۔

اس فتح کے بعد مہلب کوفہ میں آیا۔ حجاج نے ایک عظیم الشان دربار کیا۔ اس کو اپنے برابر مسند پر بٹھایا۔ شعرا نے اس کی مدح میں قصیدے پڑھے۔ جن لوگوں نے خوارج کے مقابلہ میں بہادری کے جوہر دکھائے تھے ان کو انعامات دیئے گئے۔ ان میں سب سے بہتر خود مہلب کے ساتوں بیٹے تھے۔ ان کی تنخواہوں میں دو دو ہزار سالانہ کا اضافہ کیا گیا۔

رقاد ایک دراز قد شخص نے بھی اس جنگ میں شہرت حاصل کی تھی۔ حجاج نے بلاکر اس سے گفتگو کی۔ اس نے کہا کہ میں پہلے بہت سی لڑائیوں میں شریک ہوا۔ ایک معمولی سوار سمجھا جاتا تھا۔ خوارج کے مقابلہ میں خود مہلب اور ان کے بیٹوں کی شجاعت دیکھ کر میری جرأت بڑھ گئی اور مجھ سے وہ کام ہوئے جو دوسری لڑائیوں میں نہیں ہو سکے تھے۔

حجاج نے قطری کی سرکوبی کے لئے بھی ایک فوج روانہ کی۔ طبرستان میں مقابلہ ہوا قطری ایک ٹیلہ پر چڑھتے ہوئے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگے۔ قومس تک ان کا تعاقب کیا گیا۔ وہاں وہ سب کے سب مقتول ہو گئے

خوارج کا یہ فرقہ جو نافع بن ازرق کی پیروی کرنے کی وجہ سے ازارقہ بولا جاتا ہے ایک مدت تک امت کو قتل و جنگ میں مشغول اور ہر قسم کے مصالح سے محروم رکھ کر بلا کسی فائدہ اور نتیجہ کے آخر ۷۸ھ میں تباہ و برباد ہوا۔

دوسرے فرقہ کے خوارج میں سے صالح بن مُسرح اور اس کے رفیق شبیب بن یزید نے ۷۶ھ میں سرزمین موصل میں سر اٹھایا۔ امیر جزیرہ محمد بن مروان نے ان کے مقابلے کے لئے ایک ہزار سوار روانہ کئے۔ انھوں نے مار کر بھگا دیا۔ پھر دوبارہ تین ہزار سپاہی بھیجے جب لڑائی ہوئی تو خوارج کا سردار صالح مارا گیا۔ انھوں نے متفق ہو کر شبیب کے ہاتھ پر جو بڑا زاہد اور عابد شخص تھا بیعت کرلی۔ وہ ان کو ساتھ لے کر مدائن کی طرف چلا گیا۔

حجاج ان کے پیچھے برابر فوجیں بھیجتا رہا۔ اور وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے

رہے۔ ان کی کل تعداد ایک ہزار سے زائد نہ تھی۔

آخر شبیب جرأت کر کے خود کوفہ میں گھس آیا۔ کئی دن تک وہاں رہا بہت سے لوگوں کو قتل کیا اور باشندوں پر سختیاں کیں۔ حجاج امراء و رؤساء قبائل کو جمع کر کے ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ خوارج وہاں سے نکل کر چلے گئے اور کوئی ان کا تعاقب بھی نہ کر سکا۔

پھر حجاج نے پچاس ہزار عراقیوں کو روانہ کیا کہ ان کا استیصال کر دیں لیکن ان ایک ہزار خارجیوں نے ان پچاس ہزار کو شکست دیدی اور دوبارہ پھر کوفہ میں آ گئے۔ وہاں چار ہزار شامی فوج موجود تھی۔ اس نے چاروں طرف سے نیزوں سے ان کو محصور کر لیا۔ شبیب کا بھائی مصاد اور بہت سے خارجی مارے گئے۔ باقی بچ کر نکل بھاگے۔ شامیوں نے تعاقب کر کے مقام انبار میں گھیرا۔ وہاں شبیب نالہ میں ڈوب کر مر گیا اور اس کے کل ساتھی مقتول ہو گئے۔ اس طرح پر خارجیوں کا یہ فرقہ بھی ختم ہوا۔

فتوحات

عبدالملک کے عہد میں ہر چند کہ اندرونی شورشیں برپا رہیں اور بیرونی فتوحات کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ ملی۔ تاہم چونکہ اس وقت امت کے جنگی اور فاتحانہ جذبات جوش پر تھے اس لئے کچھ نہ کچھ ممالک تسخیر ہوتے رہے۔

خوارج کی مہم سے فارغ ہو کر مہلب نے مشرق کا رُخ کیا۔ ۸۰ھ میں دریائے جیحون سے اُتر کر شہر کس میں فروکش ہوا۔ ترکستان کا ایک امیر سبل مقابلہ کے لئے آیا۔ مہلب کے بیٹے یزید نے اُس کو شکست دی۔ وہ قلعہ گیر ہو گیا اور پھر کچھ پیش کش دیکر صلح کر لی۔

شاہِ بخارا چالیس ہزار فوج لے کر نکلا۔ مہلب کا دوسرا بیٹا حبیب اس کے مقابلہ کے لئے گیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں لیکن کچھ نتیجہ نہ نکلا۔

مہلب دو سال تک وہاں رہا۔ اسی زمانہ میں اس کا بیٹا مغیرہ جو اس کی طرف سے مرو کا عامل تھا انتقال کر گیا۔ اس کا اس کو سخت صدمہ ہوا۔ خود مرو میں آیا اور وہیں ذی الحجہ

سنہ ۸۲ھ میں وفات پا گیا۔

عبدالملک نے اس کے بیٹے یزید کو اس کے بجائے خراسان کا والی بنا دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد حجاج نے یزید کو معزول کر کے اس کے بھائی مفضل کو اس کی جگہ پر مقرر کیا۔ اس نے بادغیس کو فتح کیا۔ پھر مفضل کو بھی علیحدہ کر کے قتیبہ بن مسلم باہلی کو بھیجا۔

اندرونی خلفشار کی وجہ سے شمال میں رومیوں کا غلبہ زیادہ ہو گیا تھا۔ عبدالملک جس وقت مصعب کے مقابلہ کے لئے شام سے عراق کی طرف روانہ ہو رہا تھا اس وقت رومیوں نے شام پر حملہ کیا۔ عبدالملک نے ایک ہزار دینار روزانہ خراج پر مجبوراً اُن سے صلح کر لی۔

جب باہمی شورش کی گھٹا اُٹھ گئی اور شام میں شواتی اور صوائف فوجیں مرتب ہو گئیں تو مقام قیساریہ میں رومیوں کے ساتھ ایک بڑا معرکہ ہوا جس میں اُن کو شکست ہوئی۔ سنہ ۸۱ھ میں قالیقلا اور سنہ ۸۴ھ میں مصیصہ کو ان کے ہاتھ سے عبداللہ بن عبدالملک نے چھین لیا۔

بنائے کعبہ

آنحضرت کی بعثت سے قبل قریش نے جب کعبہ کی تعمیر کی تھی تو سرمایہ گھٹ جانے کی وجہ سے شمالی سمت میں بنیاد ابراہیمی سے چھ گز عمارت چھوٹی کر دی تھی۔

یزید کے عہد میں حصین نے جب محاصرہ کیا اور منجنیق سے پتھر پھینکے تو کعبہ کی دیواریں جابجا سے ٹوٹ گئیں۔ عبداللہ بن زبیر نے سنہ ۶۵ھ میں کعبہ کو منہدم کرا کے نئے سرے سے تعمیر شروع کی اور چونکہ اُنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا تھا کہ اگر اہل مکہ نئے نئے مسلمان نہ ہوتے تو میں کعبہ کو گرا کر پھر بنیاد ابراہیمی پر بناتا۔ اس لئے قدیم بنیادوں پر اس کو بنایا اور شمالی جانب چھ گز بڑھا دیا۔

جب عبداللہ قتل ہو گئے اور حجاج مکہ کا والی ہوا تو اس نے پھر کعبہ کو قریش کی بنیادوں پر کر دیا۔ اب اس کی موجودہ عمارت کسی قدر ابن زبیر کی بنائی ہوئی ہے اور باقی حجاج کی۔

حج

اپنی خلافت کے زمانہ میں عبداللہ بن زبیر امیر حج ہوتے رہے ۶۸ھ میں امت میں ایسا تفرقہ تھا کہ میدان عرفات میں ایک وقت میں چار جھنڈے کھڑے کئے گئے۔ ایک عبداللہ بن زبیر دوسرا محمد بن حنفیہ تیسرا نجدہ بن عامر خارجی اور چوتھا بنی امیہ کا تھا لیکن خیریت رہی باہم جنگ نہیں ہوئی۔ ابن زبیر کے بعد بنی امیہ کے زیر انتظام حج ہونے لگا۔

ولایت عہد

مروان نے اپنے دونوں بیٹوں عبدالملک اور اس کے بعد عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ ۸۴ھ میں عبدالملک نے چاہا کہ عبدالعزیز کی ولیعہدی کو منسوخ کر کے اپنے بیٹے ولید کو ولیعہد بنائے۔ اس معاملہ میں اس نے قبیصہ بن ذدیب سے مشورہ لیا۔ اس نے منع کیا اور کہا کہ لوگوں کو آپ کے اوپر اعتبار نہیں رہے گا۔ اسی دوران میں عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا عبدالملک نے اپنے حسب منشا اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا۔ سب لوگوں نے بیعت کی۔ لیکن شیخ مدینہ سعید بن مسیب نے انکار کیا۔ اس پر ان کو وہاں کے امیر ہشام بن اسماعیل نے مارا اور تشہیر کرا کے قید کر دیا۔ عبدالملک نے جب سنا تو ہشام پر عتاب نازل کیا۔ اور لکھا کہ تم نے بہت برا کیا۔ سعید نے اگر بیعت نہیں کی تو کیا ہوا۔ ان سے کسی قسم کی مخالفت کا خطرہ نہیں۔

ازواج و اولاد

عبدالملک نے نو نکاح کئے۔

(۱) ولادہ بنت عباس۔ اس سے ولید، سلیمان اور مروان اکبر پیدا ہوئے۔

(۲) عاتکہ بنت یزید اول۔ اس کے بطن سے یزید، مروان اصغر، معاویہ اور ام کلثوم پیدا ہوئے

(۳) ام ہشام بنت ہشام بن اسماعیل۔ اس سے ایک بیٹا ہشام پیدا ہوا۔

(۴) عائشہ بنت موسیٰ بن طلحہ - اس سے بکار پیدا ہوا۔

(۵) ام ایوب بنت عمرو بن عثمان - یہ حکم کی والدہ تھی۔

(۶) بنت مغیرہ بن خالد - اس سے ایک لڑکی فاطمہ پیدا ہوئی۔

(۷) شعرا بنت سلمہ طائی

(۸) حضرت علی بن ابی طالب کی ایک بیٹی۔

(۹) بنت عبداللہ بن جعفر۔

ان کے علاوہ متعدد امہات اولاد سے کئی بیٹے عبداللہ، مسلمہ، منذر، عقبہ محمد سعید الخیر اور حجاج تھے۔

وفات

۱۵ رشوال یوم پنجشنبہ ۸۶ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۷۰۵ء میں عبدالملک نے دمشق میں وفات پائی۔ عمر ۶۰ سال کی تھی۔ مدت خلافت ۲۱ سال ایک ماہ ۱۵ دن۔

صفات۔

عبدالملک علم وفضل اور ہمت وشجاعت میں ممتاز تھا۔ اس نے اپنے عزم راسخ کی بدولت امت کے سیاسی تفرقے مٹا کر ۷۲ھ میں پھر ان کو ایک علم کے نیچے مجتمع کیا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں آج تمام امت میں بجز اپنے کسی شخص کے ہاتھ میں یہ قوت نہیں دیکھتا کہ وہ عنانِ خلافت کو سنبھال سکے۔

عبداللہ بن زبیر کے متعلق اس کی رائے یہ تھی کہ وہ بڑے نمازی اور عابد وزاہد ہیں لیکن چونکہ ان کی طبیعت میں بخل ہے اس لئے خلافت کے قابل نہیں۔

اس نے اپنے مقاصد کو پورا کرنے میں جن سختیوں سے کام لیا ان کی معذرت میں کہا کرتا تھا کہ اگر حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کو بھی ایسے جاہل اور سرکش لوگوں سے پالا پڑتا جن سے ہم کو پڑا ہے تو لامحالہ وہ بھی یہی کرتے جو ہم نے کیا۔

اس کے اوپر سب سے بڑا جو الزام ہے وہ یہ ہے کہ اس نے عمرو بن سعید کو اماں دینے کے بعد بد عہدی کر کے قتل کر ڈالا۔ یہ پہلی غداری تھی جو کسی خلیفۂ اسلام سے ظہور میں آئی۔ ایک گرفت اس کے اوپر یہ بھی کی گئی ہے کہ ایک بار اس نے خطبہ میں برسر منبر کہا کہ آج سے جو شخص اس مقام پر مجھ سے یہ کہے گا کہ اللہ کا خوف کر میں اُسے قتل کر دوں گا۔ جب لوگوں نے اس کے متعلق اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اکثر لوگ اپنی شہرت کی خاطر مجھ کو خطبہ میں ٹوکتے ہیں اس لئے میں نے ممانعت کی ہے۔ لیکن یہ کوئی معقول جواب نہیں۔

ولید اوّل

ولید بن عبدالملک ولادہ بنت عباس کے شکم سے ۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا۔ عبدالملک نے اس کو اپنی زندگی میں ولی عہد قرار دے دیا تھا۔ اس کے دفن سے واپس آ کر ولید نے جامع دمشق میں تقریر کی۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی۔

ولید کا زمانہ امن اور سکون کا زمانہ تھا۔ خوارج کی قوت ٹوٹ چکی تھی اور شیعہ بالکل دب گئے تھے اس لئے نہ کوئی مخالف کھڑا ہوا نہ کسی قسم کی شورش برپا ہوئی۔ اس نے اندرونی اصلاحات کی طرف اپنی توجہ منعطف کی۔ نیز اس کے عہد میں بڑے بڑے سپہ سالاروں نے نام اُچھالا اور عظیم الشان فتوحات کیں۔

اصلاحات داخلیہ

ولید کو امت کی خوش حالی کا بہت خیال تھا۔ اس نے تمام اسلامی صوبوں میں سڑکیں نکلوائیں۔ جا بجا دریاؤں اور چشموں پر پُل بندھوائے۔ راستے درست کرائے اور ان میں جہاں جہاں ضرورت دیکھی کنوئیں کھدوائے نیز ہر قسم کے خطرات سے ان کو محفوظ رکھنے کا بھی سامان کیا اور اعمال سلطنت کے نام ہر جگہ احکام بھیجے کہ وہ راستوں کی حفاظت کا انتظام دربانبندی

کی آسائش کا سامان کریں۔

اس نے بیماروں اور اپاہجوں کے لئے شفا خانے اور محتاج خانے اور جذامیوں کے لئے الگ مکانات بنوائے۔ جہاں ہر ایک کو کھانا کپڑا دیا جاتا تھا اور علاج کیا جاتا تھا۔ معذوروں اور اندھوں کو خدمت اور رہنمائی کے لئے ایک ایک خادم بھی ملتا۔

مدینہ میں پانی کی قلت تھی۔ وہاں چشمہ سے ایک نہر لا کر فوارہ بنا دیا جس سے یہ شکایت جاتی رہی۔

ولید کو عمارت کا بھی بہت شوق تھا مسجد دمشق کی عظیم الشان عمارت اسی کی تعمیر کردہ ہے۔ اس کی تیاری پر بہت بڑا خرچ کیا تھا۔

۸۸ھ میں اس نے مدینہ میں حکم بھیجا کہ مسجد نبوی بڑھائی جائے اور امہات المومنین کے حجرے بھی اس میں شامل کر دئے جائیں۔

اہل مدینہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ حجرے بدستور قائم رکھے جائیں تاکہ امت کے لوگ جو ہر طرف سے یہاں زیارت کے لئے آئیں وہ دیکھیں کہ کس سادگی کے ساتھ ان کے نبی نے دنیا میں زندگی بسر کی تھی۔ لیکن ان کے نالہ و فریاد کو کسی نے نہیں سنا اور بجز حجرۂ عائشہؓ کے جس میں قبریں تھیں۔ باقی حجرے مسجد کے رقبہ میں شامل کر لئے گئے۔

ولید نے مسجد نبوی کی تعمیر میں قیصر روم سے بھی امداد چاہی۔ اس نے ایک لاکھ زر سرخ، چالیس شتر بار رنگ برنگ کے سنگ مہرے پچی کاری کے لئے اور ایک سو کاریگر بھیج دیے۔

حجرۂ عائشہؓ کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخین کی قبریں ہیں اس خیال سے کہ نماز میں سامنے نہ پڑے لوگ مسجد سے خارج کرنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو اس زمانہ میں والی مدینہ تھے غور کر کے اس مشکل کو اس طرح حل کیا کہ مسجد کے شمالی حصہ

کو مثلث نما بنادیا۔ جس کی وجہ سے حجرۂ مذکور اس کے کنارہ کے زاویہ میں اس طرح آگیا
کہ وہ نمازیوں کے قبلہ رُخ نہیں پڑ سکتا

تیار ہو جانے کے بعد ۹۱ھ میں ولید خود اس کے معائنہ کے لئے آیا۔ عمر بن عبدالعزیز
اس کے ساتھ تھے۔ ولید کے داخلہ کے وقت مسجد نبوی سے سب لوگ خارج کر دیئے
گئے لیکن فقیہہ مدینہ سعید بن مسیب حسب معمول اپنی جگہ پر بیٹھے رہے۔ ایک شخص نے اُن سے
جاکر کہا کہ اس وقت آپ باہر چلے جائیے۔ جواب دیا کہ روزانہ میرے اُٹھنے کا جو وقت ہے
اُس سے پہلے نہیں جاؤں گا۔ اس نے کہا کہ خلیفہ ولید مسجد میں آیا ہوا ہے۔ اس کو اُٹھ کر
سلام کیجئے۔ اُنھوں نے اس سے بھی انکار کیا اور اپنی جگہ پر بیٹھے اطمینان کے ساتھ
اپنے ورد میں مشغول رہے۔

عمر بن عبدالعزیز اس خیال سے کہ کہیں ولید کی نظر ان کے اوپر پڑ جائے اور
وہ کوئی سخت حکم نہ دیدے اس کو ان سے دور مسجد میں لئے لئے پھرتے تھے۔ آخر منبر کے قریب
آکر اس کی نگاہ پڑ گئی۔ پوچھا کہ کیا یہ شیخ سعید ہیں؟ عمر بن عبدالعزیز نے کہا ہاں اور پھر ان
کی تعریف شروع کی اور کہا کہ کبرسنی کی وجہ سے ان کو کم نظر آتا ہے ورنہ وہ آپ کو سلام
کرنے اور ملنے۔ ولید نے کہا کہ ہم خود اُن کو سلام کریں گے اور ملیں گے۔ چنانچہ ان کے پاس
آیا اور سلام کیا۔ انھوں نے سلام کا جواب دیا اور مزاج پوچھا لیکن اپنی جگہ سے نہیں ہلے ولید نے
بھی خیر و عافیت دریافت کی اور چلا گیا اور عمر سے کہا کہ یہ بزرگان سلف کی یادگار ہیں۔

فتوحات

ولید کے زمانہ میں چار سپہ سالاروں نے بہت عظمت اور شہرت حاصل کی
محمد بن قاسم بن محمد ثقفی۔ قتیبہ بن مسلم باہلی۔ موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک
جو خود ولید کا بھائی تھا۔

ان کے کارناموں کو ہم ترتیب وار لکھتے ہیں۔

محمد بن قاسم

سراندیپ کے راجہ نے چند جہازوں میں قیمتی تحفے اور ان مسلمانوں کے یتیم بچوں اور بیوہ عورتوں کو جو اس جزیرہ میں گزر گئے تھے حجاج کے پاس روانہ کیا۔ راستہ میں مقام دیبل میں سندھ کے راجہ داہر کے سپاہیوں نے ان جہازوں کو لوٹ لیا اور مسلمان بچوں اور بیوہ عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ حجاج نے جب یہ واقعہ سنا تو راجہ داہر کو لکھا کہ ہمارے آدمیوں کو جو تمہارے سپاہیوں نے لوٹ لئے ہیں ہمارے پاس بھیج دو۔ راجہ داہر نے جواب دیا کہ جن لوگوں نے لوٹا ہے ان سے تم خود آ کر چھڑا لو۔

حجاج نے دربار خلافت کی منظوری سے عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ راجہ داہر کی فوج نے اس کا مقابلہ کیا اور شکست دیدی۔ عبداللہ مقتول ہوا۔ حجاج نے پھر چھ ہزار فوج روانہ کی اس نے بھی شکست کھائی۔ اس کے بعد اس نے اپنے بھتیجے محمد بن قاسم کو جو سترہ سالہ نوجوان تھا چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ سندھ کی مہم پر بھیجا۔ پہلے اس نے صوبہ مکران پر جو مسلمانوں کا تھا اور جس پر داہر کی فوجیں قابض ہو گئی تھیں، قبضہ کیا۔ اس کے بعد سندھ کی سرحد کی طرف آیا۔ حجاج نے ایسا بندوبست کیا تھا کہ ہر تیسرے دن دونوں طرف کے خطوط ایک دوسرے کے پاس پہونچتے تھے۔

محمد نے دبیل کا محاصرہ کیا۔ دشمن اثنار محاصرہ میں ایک بار نکل کر صف آرا ہوا۔ محمد نے شکست دیدی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔ ایک مسجد تعمیر کرائی اور چار ہزار سپاہی طلب کر کے وہاں متعین کئے۔ پھر آگے بڑھا۔ بیرون کے باشندوں نے مصالحت کر لی۔ دریائے سندھ کے قریب جس وقت پہونچا تو سربدس کے رؤسا نے آکر صلح کر لی اور خراج دینا منظور کیا۔ وہاں سے سہوان کی طرف پیشقدمی کی اور اس کو فتح کیا۔ اب راجہ داہر فوجیں تیار کر کے خود مقابلہ میں آیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ ہاتھیوں کی وجہ سے تازی گھوڑے قابو سے باہر ہو گئے۔ مسلمانوں نے پیدل جنگ کی۔ شام کے وقت داہر مارا گیا۔ اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی اور برہمنا باد

میں جاکر مجتمع ہوئی۔ محمد بھی اسی طرف بڑھا پہلے راور پر لڑائی ہوئی۔ اس کو فتح کرکے برہمناباد پہنچا۔ غنیم کو شکست دی اور اپنا عامل مقرر کرکے ساوندری کا محاصرہ کیا۔ وہاں کے باشندوں نے اماں مانگ لی۔ پھر بسمد اور رور کے رئیسوں نے صلح نامے لکھے۔ محمد نے رور میں بھی ایک مسجد بنوائی۔ پھر دریا کو عبور کرکے ملتان کا محاصرہ کیا اس کی فتح میں بہت مال غنیمت ہاتھ آیا ملتان سے مختلف سمتوں میں فوج کے دستے بھیجے اور بہت تھوڑے عرصہ میں سارا سندھ فتح کرلیا۔

قتیبہ بن مسلم باہلی

قتیبہ کو حجاج نے ۸۶ھ میں خراسان کا امیر مقرر کیا۔ اس نے وہاں پہونچکر فوج کے سامنے جہاد کی فضیلت پر ایک بلیغ خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد ایک شخص کو مرو میں اپنا قائم مقام چھوڑ کر خود فوج لے کر طالقان کی طرف روانہ ہوا۔ جب دریائے جیحون سے عبور کیا تو فرمانروائے صغانیان حاضر ہوا۔ اس نے ہدیے اور تحفے پیش کئے۔ وہاں سے آگے بڑھا۔ کفتان اور طخارستان کے بادشاہوں نے بھی آکر مصالحت کی۔ قتیبہ لشکر پر اپنے نائب چھوڑ کر مرو میں آگیا۔

حجاج نے اعتراض کیا اور لکھا کہ لشکر چھوڑ کر چلے آنا اصول سپہ سالاری کے خلاف ہے۔ تم جب کہیں لشکر کشی کرو تو فوج کے آگے رہو اور جب واپس آؤ تو پیچھے۔

۸۷ھ میں ایک تورانی رئیس نیزک نے آکر صلح کی۔ اس کے پاس بہت سے مسلمان قیدی بھی تھے۔ اس نے سب کو رہا کر دیا۔

دریائے جیحون کے قریب شہر پیکنڈ کے رئیس نے اہل سغد سے مدد لے کر ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کی تھی۔ قتیبہ اس طرف بڑھا۔ انھوں نے چاروں طرف سے راستے روک دیئے۔ دو مہینہ تک برابر جنگ رہی۔ اس عرصہ میں قتیبہ کی کچھ خبر حجاج کو نہ مل سکی اس لئے وہ سخت متردد تھا۔

ایک دن مسلمانوں نے جی توڑ کر آخری حملہ کیا۔ اسی روز اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ دشمن چاہتے تھے کہ بھاگ کر شہر میں داخل ہو جائیں لیکن قتیبہ نے ان کا راستہ روک دیا۔ مجبوراً

وہ دائیں بائیں نکل گئے۔ شہر کے لوگوں نے صلح کرلی۔ وہاں ایک عامل مقرر کردیا جب واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ بیکند والوں نے غداری کی اور وہاں کے عامل اور مسلمانوں کو قتل کر ڈالا قتیبہ نے واپس آکر پھر شہر کو فتح کیا اور مجرموں کو سزائیں دیں۔ اس کے بعد مرو واپس آگیا۔

موسم بہار میں فوج کا سامان درست کر کے بخارا کے متصل نوشکث پر حملہ کیا اس کو فتح کر کے آگے بڑھا۔ راستہ میں سغدیوں، فرغانیوں اور ترکوں نے متفق ہو کر مقابلہ کیا اور شکست کھا گئے۔ امیر نیزک نے بھی جو اسلام نہیں لایا تھا اس لڑائی میں مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ اور سپہ گری کے جوہر دکھائے۔ قتیبہ نے ترمذ میں پہنچکر دریا کو عبور کیا اور مرو میں آیا۔

چند مہینے کے بعد بخارا کا محاصرہ کیا مگر بے نیل مرام واپس آنا پڑا۔ حجاج نے جب اس ناکامیابی کا حال سنا تو قتیبہ سے بخارا کا نقشہ طلب کیا۔ اس کے بعد لکھا کہ فلاں سمت سے اس پر فوج کشی کیجائے۔ قتیبہ نے اس حکم کے مطابق ۹۰ھ میں پھر چڑھائی کی، والی بخارا نے ترکوں اور سغدیوں سے امداد طلب کی۔ وہ لوگ آگئے اور اہل بخارا بھی شہر سے نکلے مسلمان جو محاصرہ پر تھے بیچ میں پڑ گئے اس لئے زیادہ نہ بڑھ سکے بہت سے لوگوں کے قدم اُکھڑ گئے۔ اس ہنگامہ میں غنیم قلب لشکر تک چڑھ آیا اور وہاں سے بھی گزر کر سافہ اور حرم تک پہنچ گیا۔ عربی عورتوں نے بھاگنے والے مسلمانوں کو روکا اور چلائیں اس لئے لوگ پلٹے۔ قتیبہ نے کہا آج کون قبیلہ ہے جو ان دشمنوں کو مار کر پیچھے ہٹا دے کسی نے کچھ جواب نہ دیا لیکن بنی تمیم کا سردار وکیع مستعد ہوا اور اپنے اہل قبیلہ کو ساتھ لے کر دوسری طرف سے دریا کو عبور کیا۔ دوسرا تمیمی سردار ہریم بھی سواروں کا دستہ لئے ہوئے اس کے ساتھ گیا۔ وکیع نے دریا سے اُترتے دفعتہ یہ کہدیا تھا کہ جو شہادت چاہتا ہو وہی صرف میرے ساتھ چلے۔ دوسرے لوگ نہ جائیں۔ آٹھ سو آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا وہ پیچھے سے دشمنوں پر آپڑا اور اس بے جگری کے ساتھ حملہ کیا کہ وہ اپنی جگہ پر نہ ٹھہر سکے خاقان اور اس کا بیٹا دونوں زخمی ہوگئے۔ اس کے بعد قتیبہ حملہ کر کے شہر میں داخل ہوگیا

اور بخارا کو فتح کر لیا۔

اس عظیم الشان فتح سے گردونواح کے بادشاہ مرعوب ہو گئے اور سب نے آکر جزیہ پر صلح کر لی۔

۹۳ھ میں خوارزم پر قبضہ کیا۔ پھر سمرقند پر جنگ ہوئی۔ اس میں بخارا اور خوارزم کے غیر مسلم باشندوں نے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ جب وہ فتح ہوا تو قتیبہ نے وہاں ایک مسجد بنوائی اور اس میں نماز ادا کی اور اپنے بھائی عبداللہ کو وہاں کا عامل مقرر کر کے خود مرو میں آ گیا۔

۹۴ھ میں شاش اور فرغانہ کو فتح کرتے ہوئے خجند اور کاشان تک مسخر کیا۔

۹۶ھ میں کاشغر پر قبضہ کیا۔ وہاں سے ہبیرہ بن مشمرج کلابی کو معہ چند مخصوص کے بادشاہ چین کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔

اثنائے گفتگو میں بادشاہ چین نے ان سے کہا کہ قتیبہ کے پاس فوج کم اور حرص زیادہ ہے میری طرف سے ان سے کہنا کہ وہ واپس چلے جائیں ورنہ میں اتنی فوج بھیجوں گا کہ جو ان کے ساتھیوں کا نام و نشان مٹا دے گی۔

ہبیرہ نے جواب میں کہا کہ اس لشکر کی تعداد کا تم کیا اندازہ کر سکتے ہو جس کا ایک سرا تمہارے ملک سے لگا ہوا ہے اور دوسرا شام کی سرحد تک ہے اور اس شخص کو تم کیسے حریص کہہ سکتے ہو جس نے دنیا کو باوجود اس پر قبضہ رکھنے کے بھی چھوڑ رکھا ہو۔

آخر میں بادشاہ چین نے اِن کی دلجوئی کی اور ہدیئے دیکر ان کو رخصت کیا۔

موسیٰ بن نصیر

موسیٰ بن نصیر قیروان کا والی تھا۔ اس نے ولید سے درخواست کی کہ اندلس پر لشکر کشی کی اجازت دیجائے۔

ولید نے لکھا کہ پہلے امتحاناً کوئی دستہ بھیجکر وہاں کی حالت کا اندازہ کرو۔ موسیٰ نے اپنے غلام طریف کو چار سو سپاہیوں کے ساتھ چار کشتیوں میں روانہ کیا۔ وہ اندلس کے

جنوبی جزیرہ نما کے مغربی ساحل پر جو اب اسی کے نام سے موسوم ہے اُترا اور آگے بڑھ کر الخضراء کو تاخت و تاراج کیا۔ وہاں سے مال غنیمت لے کر واپس آیا۔

۹۱ھ میں موسیٰ نے اپنے دوسرے غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دیکر بھیجا۔ اس میں زیادہ تر بربر شامل تھے یہ آبنائے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے مذکور کی مشرقی ساحلی چٹان پر قابض ہوا جو اسی کے نام سے جبل طارق مشہور ہے۔ وہاں سے اتر کر الخضراء کو فتح کیا۔ اندلس کا بادشاہ راڈرک اطلاع پاکر ایک لاکھ فوج لے کر مقابلہ کے لئے چلا۔ طارق نے موسیٰ کو یہ کیفیت لکھی اور اس سے امداد طلب کی۔ موسیٰ نے پانچ ہزار سپاہی اور بھیج دیئے اور بارہ ہزار کی تعداد پوری کر دی کیونکہ یہ وہ تعداد ہے جس کو مسلمان ہمیشہ بڑی سے بڑی لڑائی فتح کرنے کے لئے کافی سمجھتے رہے ہیں۔

راڈرک سے جب مقابلہ ہوا تو سخت جنگ ہوئی۔ مسلمانوں کے لئے یا موت تھی یا فتح کیونکہ واپسی کا خیال ترک کر کے کشتیوں کو انھوں نے پہلے ہی آگ لگا دی تھی۔ اللہ کا نام لیکر نہایت جانبازی سے لڑے اور آخر کار میدان جیت لیا۔ راڈرک شذونہ کی نواحی میں دریائے لکہ میں ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔

اس فتح کی خبر جب موسیٰ کو ملی تو وہ خود فوجیں لے کر ۹۳ھ میں وہاں پہنچا اور سارے اندلس کو فتح کر لیا۔ قرطبہ کو صدر مقام قرار دیکر اپنے بیٹے عبدالعزیز کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا مشرقی اندلس میں برشلونہ فتح کرنے کے بعد موسیٰ یہ چاہتا تھا کہ وسطی یورپ سے گزر کر قسطنطنیہ فتح کرتا ہوا دارالخلافہ کو واپس چلوں۔ لیکن جب اس ارادہ کی ولید کو اطلاع دی تو اس نے بوجہ ان دشواریوں کے جو راستہ میں حائل تھیں اجازت نہیں دی اور براہِ افریقہ اس کو اپنے پاس طلب کیا۔

وہ بہت سے تحفے اور ہدیئے لے کر روانہ ہوا لیکن جب دارالخلافہ میں پہنچا تو ولید کا انتقال ہو چکا تھا۔

مسلمہ بن عبدالملک

یہ ہمیشہ رومیوں کے مقابلے میں رہا۔ ہر سال ان کے اوپر فوج کشی کرتا تھا اور ان کے ہاتھ سے بڑے بڑے قلعے چھین لیتا تھا۔ اس نے جو قلعے لئے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں۔ قلعہ طوانہ۔ عموانہ۔ مرقلہ۔ قمونیہ۔ سطبہ اور طرسوس وغیرہ۔

وفات حجاج

حجاج نے ۹۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۵۴ سال کی تھی۔ وہ تین سال مکہ کا امیر رہا۔ اس کے بعد پورے بیس سال تک عراقین یعنی کوفہ، بصرہ اور کل مشرقی ممالک کا نائب سلطنت رہا۔ وہ دنیاوی عروج کا شیدائی۔ جاہ پسند۔ نہایت خونریز اور ظالم امیر تھا یہاں تک کہ سفاکی میں اس کا نام بھی ہلاکو وغیرہ کی طرح ضرب المثل ہے۔ وہ خود کہتا تھا کہ میں سخت حاسد اور کینہ ور آدمی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ اس میں خوبیاں بھی تھیں وہ نہایت زبردست مقرر۔ اور زبان آور خطیب تھا۔

قرآن دانی میں سوائے امام حسن بصری کے اپنا جواب نہیں رکھتا تھا اور شجاعت جفاکشی، راست گوئی اور کارگزاری میں ممتاز تھا۔ اس نے عراق میں اپنے قوی بازوؤں سے امن وامان قائم کیا۔ لیکن اس اصلاح میں جس قدر خون بہایا اس کو دیکھتے ہوئے اس کا کوئی قابل تعریف کارنامہ نہیں کہا جا سکتا۔

ولایت عہد

عبدالملک نے اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا تھا۔ ولید نے خلیفہ ہو جانے کے بعد سلیمان کے بجائے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد کرنا چاہا۔ امراء سے مشورہ لیا۔ بجز قتیبہ اور حجاج کے اور کوئی اس کا موافق نہ نکلا۔ ولید اس فکر میں تھا کہ اس کی کوئی صورت نکالے کہ اسی درمیان میں اس کی وفات ہو گئی اور سلیمان تخت خلافت پر آ گیا۔

وفات ولید

ولید نے ۱۵ر جمادی الثانی ۹۶ھ مطابق ۲۵ر فروری ۷۱۵ء کو سرزمین شام کے مقام دیر مراں میں وفات پائی۔ اس کا سن ۴۶ سال کا تھا۔ ۹ سال آٹھ مہینے خلافت کی اور ۱۹ بیٹے چھوڑے۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان کی ولادت ۵۴ھ میں ہوئی۔ جب ولید کا انتقال ہوا تو وہ رملہ میں تھا۔ جمادی الثانی ۹۶ھ میں اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔

حجاج چونکہ سلیمان کو ولیعہدی سے معزول کرانے میں ولید کا ہم خیال تھا اس لئے سلیمان حجاج اور اس کی جماعت کا سخت دشمن تھا اور یزید بن مہلب کو جو حجاج کا حریف تھا اپنا مخلص سمجھتا تھا یہی وجہ تھی کہ حجاج کو خوف دامنگیر رہتا تھا کہ ولید کے بعد اگر میں سلیمان کے قابو میں پڑ گیا تو وہ بری طرح میرے ساتھ پیش آئے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو ولید سے ایک سال قبل ہی دنیا سے اٹھا لیا۔

سلیمان جب خلیفہ ہوا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا کہ وہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیجدے۔ جب وہ وہاں سے بھیجا گیا تو واسط میں اس کو قید کر کے صالح بن عبدالرحمن کو اس کے اوپر مسلط کیا اس نے اس قدر سختیاں کیں کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

اس کینہ پرور خلیفہ نے اس نوجوان سپہ سالار کے عظیم الشان کارناموں کا کچھ لحاظ نہ کیا محض اس جرم پر کہ وہ حجاج کا عزیز تھا اپنے انتقام کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس کو ضائع کر کے امت اور خلافت کی شوکت کو نقصان پہنچایا کیونکہ جو سلطنت اپنے نامور فاتح کی خدمت کا یہ صلہ دے اس میں اور لوگوں کو بڑے بڑے کام کرنے کی کیا امید

پر حوصلہ ہو گا۔

چنانچہ قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان و فاتح بخارا و ترکستان محمد بن قاسم کا نتیجہ دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا اور اپنی کل فوج کو جمع کر کے چاہا کہ سلیمان کی خلافت سے انکار کر دے لیکن قبیلہ بنی تمیم کا سردار وکیع اس پر راضی نہیں ہوا اور جب زیادہ اختلاف بڑھا تو اس نے قتیبہ کو قتل کر ڈالا۔

فاتح اندلس موسیٰ بن نصیر کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک ہوا۔ اس کو ولید نے اپنے زمانے میں بلایا تھا جب دمشق پہنچا تو ولید گزر چکا تھا۔ سلیمان اُس سے برگشتہ خاطر تھا، قید کر دیا اور اس پر اس قدر تاوان لگایا کہ وہ ادا نہیں کر سکا۔ مجبوراً امرائے عرب سے مانگ مانگ کر پورا کیا۔

الغرض سلیمان کا آغازِ عہد ان نامور حامیانِ اسلام اور فاتحان ملک کے ساتھ بدسلوکی کی وجہ سے امت کے لئے ایک شگونِ بد تھا۔

فتوحات

خراسان میں قتیبہ کے بجائے یزید بن مہلب بھیجا گیا۔ اس نے دہستان کا محاصرہ کیا۔ اس کو فتح کر کے جرجان کی طرف گیا۔ وہاں کے باشندوں نے صلح کی۔ پھر طبرستان کی طرف بڑھا۔ سپہدار طبرستان قلعہ گیر ہو گیا۔ اس محاصرہ میں خبر ملی کہ جرجان والوں نے بغاوت کر دی اور وہاں کے مسلمانوں کو مار ڈالا اس لئے پھر واپس آ کر اس کو فتح کیا اور مجرموں کو سزائیں دیں۔ اس کے بعد طبرستان پر قبضہ کیا۔ خمس غنیمت کا شمار ساٹھ لاکھ درہم تھا۔

۹۸ھ میں سلیمان نے اپنے بھائی مسلمہ کو جو رومیوں کے مقابلہ میں متعین تھا ایک فوج گراں دے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا اس نے ایک سال تک محاصرہ رکھا۔ اسی درمیان میں سلیمان کی وفات کی خبر پہنچی۔

ولایت عہد۔ سلیمان نے پہلے اپنے بیٹے ایوب کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا لیکن

وہ مرگیا۔ اس کے بعد رجاء بن حیات سے عمر بن عبد العزیز کے بارے میں مشورہ لیا۔ انھوں نے تائید کی اس لئے اس نے ولی عہدی کا فرمان لکھ دیا اور اپنے تمام خاندان کو جمع کر کے بلا اظہار نام کے سربمہر فرمان پر ان سے بیعت لے لی کہ اس میں جس کا نام ہوگا وہی خلیفہ ہوگا۔

وفات

سلیمان نے یوم جمعہ ۲۱ صفر سنہ ۹۹ھ میں قنسرین کے قریب مقام وابق میں انتقال کیا۔ سن ۴۵ سال کا تھا۔ مدت خلافت دو سال آٹھ ماہ پانچ روز تھی۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رح

عمر بن عبد العزیز کی ولادت سنہ ۶۲ھ میں ہوئی۔ ان کے والد عبد العزیز بن مروان عبد الملک کے بعد ولی عہد تھے لیکن اس کی زندگی ہی میں انتقال کر گئے اس لئے خلیفہ نہ ہو سکے۔ ان کی والدہ حضرت عمر فاروق رض کے بیٹے عاصم کی لڑکی تھیں۔

بچپن میں ان کے باپ نے ان کو مدینہ بھیجدیا تھا۔ وہیں ان کی تربیت ہوئی تھی اور وہاں کے فقہاء اور علماء سے علم اور تفقہ حاصل کیا علوم دینیہ میں ان کا وہ پایہ تھا کہ اگر یہ امارت اور خلافت کے جھگڑوں میں نہ بتلا رہتے تو منجملہ ائمہ شرع کے ایک امام مانے جاتے۔ میمون بن مہران کہا کرتے تھے کہ تمام علماء عمر بن عبد العزیز کے سامنے ان کے شاگرد معلوم ہوتے ہیں۔ مجاہد کا بیان ہے کہ ہم عمر کے پاس اس خیال سے آئے کہ ہم سے وہ کچھ سیکھیں گے لیکن ہم کو خود ان سے سیکھنا پڑا۔

اخلاق کی کیفیت یہ تھی کہ انھوں نے خود کہا کہ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ جھوٹ انسان کے لئے مضر ہے اس وقت سے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

ولید کے زمانہ میں یہ عامل بھی مقرر ہوئے تو مدینہ کے علماء و صلحاء ان کے جلیس

رہتے تھے۔ امارت مدینے کے زمانے میں کئی بار امیرِ حج مقرر ہوئے۔

خلافت

۹۹ھ میں جب سلیمان کا انتقال ہو گیا تو رجاء بن حیات نے بنی امیہ کو دابق کی مسجد میں جمع کر کے ان سے دوبارہ فرمان ولی عہدی پر بیعت لی۔ اس کے بعد خلیفہ کی وفات کی خبر سنائی۔ پھر وہ فرمان جو سر بمہر تھا کھول کر پڑھا۔ اس میں عمر بن عبد العزیز کا نام تھا۔ ان کو اٹھا کر منبر پر بٹھا دیا یہ انا للہ پڑھ رہے تھے کہ یہ بار میرے سر پر کیسے آپڑا اور ہشام بن عبد الملک انا للہ پڑھ رہا تھا کہ خلافت مجھے کیوں نہ ملی۔

بیعت ہو جانے کے بعد شاہی سواری آئی۔ لیکن انھوں نے تزک و احتشام کو پسند نہ کیا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے۔ لوگوں نے قصرِ خلافت میں لے جانا چاہا، فرمایا کہ وہاں ایوب کے اہل و عیال ہیں، جب تک وہ منتقل نہ ہوں میں اپنے خیمے میں رہوں گا۔

اصلاحات

عمر بن عبد العزیز نے جمہوریت کی روح پھر مسلمانوں میں پھونکی اور سیاست ملّیہ کی تجدید کر کے اس کو صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق کر دیا۔ اسی بنا پر علماء امت نے ان کو خلفاءِ راشدین میں شمار کیا ہے اور دوسری صدی کا مجدد قرار دیا ہے۔

صوبجات میں جو ظالمانہ رقمیں اور ندرانے وغیرہ امراء نے اپنے اغراض سے مقرر کر رکھے تھے ان کو یک قلم منسوخ اور جس قدر ظالم عمال تھے ان سب کو موقوف کیا خاص کر حجاج کے رشتہ داروں کو جو ظلم و ستم کے عادی تھے تمام مناصب سے معزول کر کے یمن کی طرف بھیج دیا اور متفرق و منتشر کر دیا۔

یزید بن مہلب امیر خراسان نے سلیمان کے زمانے میں لکھا تھا کہ میں نے دو کروڑ درہم وصول کئے ہیں۔ اس کو بلا کر حساب طلب کیا۔ اس نے کہا میں نے محض شہرت کی غرض سے لکھا تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ سلیمان اس رقم کا مطالبہ مجھ سے نہیں کرے گا۔ فرمایا کہ یہ

مال مسلمانوں کا ہے۔ تم کو دینا پڑے گا۔ اس نے جب ادا نہیں کیا تو اس کو قید کر دیا۔
سمرقند کے ذمیوں کا ایک وفد ان کی خدمت میں آیا اور کہا کہ قتیبہ بن مسلم نے ہماری زمینیں ہم سے زبردستی چھین کر مسلمانوں کو دے دیں۔ اب آپ ہمارا انصاف کیجئے عمر بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل سلیمان بن ابی السری کے نام حکم بھیجا کہ اہل سمرقند میرے پاس قتیبہ کے ظلم کی شکایت لائے۔ تم ایک قاضی کو مقرر کر دو جو اس معاملے کو اچھی طرح سمجھ کر اس کا تصفیہ کر دے۔ اگر واقعی ان کی زمینیں ناجائز طور پر سپاہیوں کو دے دی گئی ہوں تو تم ان کو شہر سے لشکر میں بلا لو اور زمینیں واگذاشت کر دو۔

سلیمان نے قاضی جمیع بن حاضر کو اس مقدمے کے لئے متعین کیا۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ قتیبہ نے جو کچھ کارروائی کی وہ سب بے قاعدہ تھی۔ لہذا معاہدہ منسوخ۔ سپاہی شہر چھوڑ کر لشکر میں چلے آئیں۔ اس کے بعد جدید فتح ہو یا نیا صلح نامہ۔ سمرقندیوں نے دوبارہ جنگ یا نیا عہدنامہ مناسب نہ سمجھا اور خود نزاع سے دست بردار ہو گئے۔

مار ڈالنا یا ہاتھ کاٹ لینا حدود شرعیہ ہیں اور خاص خاص جرائم میں جاری کی جاتی ہیں۔ ستم پیشہ حکام بات بات پر اس قسم کی سزائیں دینے لگے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے عام حکم شائع کیا کہ خلیفہ کو مطلع کئے بغیر اس قسم کی سزائیں کسی کو نہ دی جایا کریں۔

خلیفہ ہونے کے بعد انھوں نے قریش اور دیگر قبائل کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ فدک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تھا۔ پھر ابوبکرؓ اور ان کے بعد عمرؓ اس کا انتظام کرتے رہے۔ آخر میں مروان نے اس کو اپنی جاگیر میں لے لیا اس کے بعد وہ مجھے ملا۔ میں تم لوگوں کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں پھر اسی مصرف میں اس کو مسترد کرتا ہوں جس میں وہ آں حضرت کے عہد میں تھا اپنے غلام مزاحم سے کہا کہ جو قطعات مجھے جاگیر میں ملے تھے نہ ان کے دینے والوں کو دینے کا اختیار تھا نہ مجھے لینے کا حق تھا۔ لہذا میں نے طے کیا ہے کہ ان سے دست بردار ہو جاؤں۔ مزاحم نے کہا کہ عیال کا پھر کیا سامان ہو گا۔ ان کی آنکھوں

سے یہ سن کر آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ وہ اللہ کے سپرد ہیں۔ مزاحم نے وہاں سے آکر ان کے نوعمر بیٹے عبدالملک سے کہا کہ امیرالمومنین اپنے اقطاع زمین کو مسترد کر رہے تھے۔ میں نے تم لوگوں کے نقصان کے خیال سے ان کو اس سے باز رکھا۔ عبدالملک نے کہ وہ بھی اپنے باپ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے کہا کہ تم خلیفہ کے بُرے مشیر ہو۔ پھر وہ خود عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور کہا کہ مزاحم کی زبانی میں نے یہ خبر سنی ہے۔ اب آپ کی کیا رائے ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ آج شام تک انشاء اللہ یہ کام کر ڈالوں گا۔

عبدالملک نے کہا کہ جلدی کیجئے۔ معلوم نہیں کہ رات کو کیا گزرے یا آپ کے دل میں کوئی دوسرا خیال پیدا ہو جائے۔

عمر نے اپنے بیٹے کی یہ سعادت مندی دیکھ کر کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ایسی اولاد عطا فرمائی جو دین کے کام میں میری مدد کرتی ہے اور پھر اسی وقت اپنی ملکیت کو اور جو کچھ ان کے اہل و عیال کے پاس تھا ان سب کو لے کر ان لوگوں کو واپس کر دیا جو اس کے اہل تھے۔

اس کے بعد اپنے خاندان والوں یعنی بنی امیہ کے پاس جو جائدادیں اور ملکتیں تھیں اور جن پر انھوں نے غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا، ان سب کو لے کر جو ان کے اصلی مستحق تھے ان کو دے دیا۔

بنی امیہ پر یہ امر نہایت گراں گزرا۔ وہ ان کی پھوپی فاطمہ بنت مروان کو جن کا کہ وہ بہت ادب کرتے تھے بلا لائے تاکہ انھیں سمجھائیں۔ جب وہ آئیں تو عمر بن عبدالعزیز نے ان سے کہا کہ:-

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔ آپ نے ایک ایسا چشمہ چھوڑا کہ اس میں سب کو یکساں پینے کا حق حاصل تھا۔ پھر ابوبکر نے بھی اس چشمے کو اسی حالت میں رکھا اور عمر رض نے بھی انھیں کی پیروی کی۔ اس کے بعد یزید، مروان، عبدالملک

ولید اور سلیمان کے ہاتھوں میں آیا۔ انھوں نے اس میں سے نہریں نکالیں جن کی وجہ سے وہ خشک ہوگیا۔ اب پھر جب تک وہ اپنی اصلی حالت پر لایا نہیں جائے گا لوگ اس سے سیراب نہیں ہو سکیں گے۔

فاطمہ نے یہ سن کر کہا کہ میں تمھارے بھائیوں کے اصرار سے تم کو سمجھانے کے لئے آئی تھی لیکن جب تمھارا خیال ایسا ہے تو اب میں کچھ نہیں کہتی۔

پھر ان کے پاس سے آکر یہ بات بنی امیہ کو سنائی اور کہا کہ تم لوگوں نے سب کچھ خود ہی کیا ہے۔ عمر رضؓ بن خطاب کی پوتی سے رشتہ کیا ہے۔ اب وہی نانیہالی ڈھنگ کی اولاد ہوئی۔

عمر بن عبد العزیز اپنی امارت کے زمانے میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ رہتے تھے۔ لیکن خلافت کے زمانے اپنا روزانہ خرچ صرف دو درہم رکھا۔ لباس اور غذا میں حضرت عمر رضؓ کی سی سادگی اختیار کی۔

فتوحات

ان کے عہد میں آذربیجان پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کیا اور لوٹا انھوں نے ابن حاتم باہلی کو فوج دے کر اس طرف روانہ کیا۔ اس نے جا کر غنیم کو نکالا اور اس کو سزا دی۔

اندلس کے لئے بھی امدادی فوج معہ ساز و سامان کے بھیجی اور مسلمہ کو جو سلیمان کے زمانے سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا اور مسلمان سپاہی وہاں خستہ حال ہو رہے تھے واپس بلا لیا۔

مقام طرندہ میں چونکہ رومی حملے کیا کرتے تھے اس لئے وہاں کی فوج کو ملطیہ میں بلا لیا اور طرندہ کی چھاؤنی کو منہدم کرا دیا۔

خوارج:۔ خارجیوں نے ان کے عدل و داد کو دیکھ کر کہا کہ ایسے خلیفہ کے مقابلے

میں خروج کرنا فضول ہے۔ صرف عراق میں ان کی ایک جماعت نے سر اٹھایا۔ عمر بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ کسی منتخب سردار کے ہمراہ ایک فوج ان کی نگہبانی کے لئے متعین کر دو تاکہ وہ کوئی دراز دستی نہ کرنے پائیں اور اس سردار سے کہدو کہ جب تک وہ کسی کو نہ ماریں اس وقت تک ان سے تعرض نہ کرے۔ چنانچہ محمد بن جریر بن عبداللہ بجلی دو ہزار سواروں کے ساتھ ان کے اوپر متعین کئے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز نے خود خوارج کے سردار بسطام لشکری کو لکھا کہ:۔

ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ اور رسولؐ کی حمایت میں نکلے ہو۔ اس کا حق تم سے زیادہ ہم کو ہے لہذا تم ہمارے پاس آؤ باہم مناظرہ کرلیں۔ اگر ہم حق پر ہیں تو ہمارا ساتھ دو اگر تم حق پر ہو تو ہم تمہاری بات مان لیں۔

بسطام راضی ہوگیا اور اپنی طرف سے دو شخصوں کو بھیجا۔ مناظرہ شروع ہوا۔

عمر بن عبدالعزیز:۔ تم نے جماعت کا ساتھ کیوں چھوڑا۔ ہماری کون سی بات تم کو ناپسندیدہ معلوم ہوئی؟

خارجی۔ آپ عادل اور نیک سیرت ہیں۔ آپ کی ذات سے ہم کو کوئی شکایت نہیں۔ لیکن یہ فرمایئے کہ آپ امت کے مشورے سے خلیفہ ہوئے ہیں یا قہر و غلبے سے؟

عمر:۔ میں نے نہ خلافت کی خواہش کی۔ نہ قوت اور غلبے سے اس کو حاصل کیا بلکہ مجھ سے پہلے ایک شخص جو خلیفہ تھا مجھ کو اپنا ولی عہد بنا گیا۔ میں نے منظور کرلیا اور بجز تمہارے کوئی مخالفت کے لئے بھی نہیں کھڑا ہوا۔ تم لوگ عادل اور منصف مسلمان کی خلافت جائز سمجھتے ہو لہذا اب مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اگر میں نے عدل و انصاف کیا تو خیر ورنہ پھر تم میری اطاعت نہ کرنا۔

خارجی:۔ ہم صرف ایک بات عرض کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ آپ کے سلف بنی امیہ نے ظلم و ستم سے ناجائز حقوق غصب کئے تھے جن کو آپ نے مسترد فرمایا اور ان کا نام ظالم

رکھا۔ جزاک اللہ لہٰذا اگر آپ ہدایت پر ہیں اور وہ گمراہ تھے تو ان کے اوپر لعنت بھیجے۔

عمر:۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے دنیا کے لئے نہیں بلکہ آخرت کے لئے جماعت کا ساتھ چھوڑا ہے لیکن افسوس ہے کہ راستہ غلط اختیار کیا۔ تم کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے۔

جو میری پیروی کرے وہ میرا ہے اور جو نافرمانی کرے تو اے اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

کیا انبیا کی پیروی مسلمان کا فرض نہیں ہے؟

میں نے ان کاموں کو "مظالم" قرار دیا یہی ان کی مذمت کے لئے کافی ہے۔ یہ کہاں حکم ہے کہ جو گنہگار ہو اس پر لعنت کرنی بھی فرض ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ تم نے فرعون پر لعنت بھیجی ہے؟

خارجی:۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی اس پر لعنت بھیجی ہے۔

عمر:۔ پھر تم تو فرعون پر جو بدترین خلائق اور دشمنِ دینِ الٰہی تھا لعنت نہ بھیجو اور مجھے مجبور کرو کہ میں اپنے سلف پر جو مسلمان تھے اور شرعی فرائض بھی ادا کرتے تھے لعنت بھیجوں

خارجی:۔ لیکن بوجہ ظلم کے وہ کافر ہو گئے تھے۔

عمر:۔ ہرگز نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ جو اقرار کرلے وہ مسلمان ہے۔ اب اگر اس سے کوئی قصور یا خطا ہو تو وہ اسلام سے خارج نہیں بلکہ بقدر اپنے جرم کے سزا کا مستحق ہوگا۔

خارجی:۔ اسلام میں اللہ اور رسول کی اطاعت بھی داخل ہے جو ان کے احکام پر عمل نہ کرے وہ کافر ہے۔

عمر:۔ میرے سلف میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ میں اللہ اور رسول کے احکام

پر عمل نہیں کروں گا لیکن بد نصیبی سے وہ پوری پوری تعمیلِ احکام نہیں کر سکے۔

خارجی:۔ ان لوگوں نے جو شریعت کے خلاف کام کئے ان کی وجہ سے آپ اُن سے تبرّیٰ کیجئے۔

عمر:۔ تم جانتے ہو کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے ساتھ جنگ کی تھی تو ان کے اہل و عیال کو بھی گرفتار کیا تھا۔

خارجی:۔ ہاں

عمر:۔ تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں مرتدین کے اہل و عیال کو غلامی میں رکھنا ناروا سمجھا اور فدیہ لے کر ان کو واپس دے دیا۔

خارجی:۔ ہاں

عمر:۔ پھر کیا حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے اس فعل کی وجہ سے ان سے تبرّیٰ کی تھی؟

خارجی:۔ نہیں

عمر:۔ اس اختلافِ عمل کی وجہ سے تم نے بھی شیخین سے تبرّیٰ کی؟

خارجی:۔ نہیں

عمر:۔ اہل نہروان جو تمہارے اسلاف ہیں ان میں سے اہلِ کوفہ نے کسی کو لوٹنا یا قتل کرنا روا نہیں سمجھا۔ لیکن اہلِ بصرہ نے عبداللہ بن حباب اور اس کی لونڈی کو جو حاملہ تھی مار ڈالا۔ کیا اہلِ کوفہ نے ان سے تبرّیٰ کی؟

خارجی:۔ نہیں۔

عمر:۔ کیا تم ان دونوں جماعتوں سے جن میں اس قدر اختلاف تھا اپنے آپ کو بری رکھتے ہو؟

خارجی:۔ نہیں۔

عمر:۔ تم تو شیخین اور نیز اہلِ عراق سے تولّا رکھو اور مجھے مجبور کرو کہ اپنے بزرگانِ خاندان

سے تیری کروں۔ تم لوگ جاہل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو شخص کلمۂ شہادت پڑھ دیتا تھا اس کی جان ومال وعزت محفوظ ہو جاتی تھی۔ تم اس کے برعکس مسلمانوں کو قتل کرتے ہو اور کافروں اور مشرکوں کی جان ومال وآبرو کو حرام سمجھتے ہو۔

خارجی:۔ اچھا ایک امر اور دریافت طلب ہے۔ وہ کہ ایک شخص قوم کا والی ہوا۔ اس نے عدل وانصاف سے حکومت کی۔ لیکن اپنے بعد ولایت ایک ایسے شخص کے سپرد کر گیا جس سے خطرہ ہے کہ وہ عدل وانصاف نہیں کرے گا۔ کیا آپ کے نزدیک اس نے حق ادا کر دیا؟

عمر:۔ نہیں۔

خارجی:۔ پھر آپ اس خلافت کو اپنے بعد یزید بن عبدالملک کے سپرد کر کے مواخذہ سے بری ہو سکتے ہیں؟ حالانکہ اس سے عدل وداد کی مطلق توقع نہیں

عمر:۔ لیکن یہ میرا فعل تو نہیں ہے۔ مجھ سے پہلے سلیمان مجھکو اور میرے بعد یزید کو ولی عہد مقرر کر گیا ہے۔

خارجی:۔ کیا سلیمان کی اس کارروائی کو جائز سمجھتے ہیں؟

اس کے جواب میں عمر بن عبدالعزیز خاموش ہو گئے اور دو روز کی مہلت چاہی۔

اس مناظرہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ ان دونوں خارجیوں میں سے ایک راہِ راست پر آگیا اور اپنے فرقہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

خارجیوں کی جماعت نے بھی خاموشی اختیار کی۔

اہل وعیال

عمر بن عبدالعزیز کی تین بیویاں تھیں۔

(۱) فاطمہ بنت عبدالملک۔ اس کے بطن سے اسحاق، یعقوب اور موسیٰ تین بیٹے پیدا ہوئے۔

(۲) لمیس بنت علی بن حارث۔ اس سے عبداللہ اور بکر دو بیٹے اور ایک بیٹی عمارہ پیدا ہوئی۔

(۳) ام عثمان بنت شعیب۔ اس کے شکم (بطن) سے صرف ایک بیٹا ابراہیم ہوا۔ عبدالملک ولید۔ عاصم۔ یزید۔ عبداللہ۔ عبدالعزیز۔ ریان اور دو بیٹیاں امہات ولد سے تھیں۔

وفات

صرف دو برس پانچ مہینہ اور چار دن خلافت کر کے ۲۵ رجب سنہ ۱۰۱ھ میں دیر سمعان میں انتقال فرمایا۔ عمر ۳۹ سال تھی۔

ترکہ

عمر بن عبدالعزیز کا کل ترکہ ۲۱ دینار تھا۔ اسی میں سے چند دینار کفن دفن میں صرف ہوئے۔ بقیہ ورثہ میں تقسیم کئے گئے۔

عبدالرحمن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے گیارہ بیٹے چھوڑے تھے۔ جن کو ایک ایک دینار ترکہ ملا تھا اور ہشام بن عبدالملک نے بھی گیارہ بیٹے چھوڑے تھے جنھوں نے دس دس لاکھ درہم ورثہ میں پائے تھے۔ لیکن میں نے عمر کے بیٹوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک دن میں جہاد کے لئے سو گھوڑے دئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے صدقے لے رہا تھا۔

سیرت عمر بن عبدالعزیز

حضرت عمر بن عبدالعزیز شاہانہ جاہ جلال اور سطوت و جبروت سے نہ صرف بری بلکہ بیزار تھے۔ انھوں نے اپنے عہد خلافت میں پھر ایک بار امت میں خلافت راشدہ کے عدل و مساوات کا نمونہ قائم کر دیا۔ رعایا کے اموال اور ان کے حقوق کی نگہداشت کی۔ خلائق پر وہ اس طرح مہربان تھے جس طرح باپ اپنی اولاد پر شفقت کرتا ہے۔ ان کی آسائش کے لئے جا بجا سرائیں بنوائیں اور مہمان خانے تعمیر کرائے۔ سابقہ ظلم و ستم سے

جو خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان کی اصلاح کی۔

ان کے عدل و داد کی وجہ سے اہل ملک اس قدر خوش حال ہو گئے تھے کہ صدقہ لیکر فقرار کی تلاش میں نکلتے تھے اور کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔ ان کے عہد میں ذمی کثرت سے مسلمان ہوئے اور ماوراءالنہر کے امیروں اور سندھ کے راجاؤں نے اسلام قبول کیا۔

ان کو اپنی ذمہ داری کا اسی طرح احساس تھا جس طرح حضرت عمرؓ کو تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ جب سے ان کے اوپر خلافت کا بار پڑا وہ نحیف و ناتوان ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ پورے ڈھائی سال کا بھی زمانہ نہ گزرنے پایا کہ رحلت فرما گئے۔

ان کے تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ باوجود اس کے کہ ہمیشہ انھوں نے امیرانہ عیش و آرام سے زندگی گزاری تھی لیکن خلیفہ ہوتے ہی بالکل درویشانہ روش اختیار کر لی۔ اپنی بیوی فاطمہ کو جو خلیفہ عبدالملک کی بیٹی تھی سمجھاتے رہتے تھے کہ دنیا کی چند روزہ تکلیف برداشت کر لینا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم آخرت میں جہنم کے عذاب میں گرفتار ہوں۔

سب سے زیادہ ان کا مددگار اور معاون ان کا بیٹا عبدالملک تھا جس کی عمر سترہ سال کی تھی۔ جب وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا تو عمر بن عبدالعزیز نے آخری وقت میں اُس سے کہا کہ بیٹے! تمہارا میرے نامۂ اعمال میں ہونا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ میں تمہارے نامۂ اعمال میں ہوں۔ اس سعادتمند نے جواب دیا کہ مجھے اپنی آرزو کی بہ نسبت آپ کی خواہش زیادہ عزیز ہے۔

ہر چند کہ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ بہت کم رہا لیکن پھر بھی انھوں نے بہت کچھ اصلاحات کر دیں اور خلافت کو اسی سطح پر لائے جس سطح پر وہ سابقین اولین کے عہد میں تھی۔

بنی امیہ عداوت کی وجہ سے امیر معاویہؓ کے زمانہ سے منبروں پر خطبوں میں حضرت

علی کرم اللہ وجہہ پر لعن طعن کرتے تھے اور یہ ان میں دستور ہو گیا تھا۔ انھوں نے اپنے زمانہ میں اس رسم بد کو بھی مٹایا اور اس کے بجائے خطبہ میں یہ آیت رکھدی۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔

اللہ حکم دیتا ہے عدل واحسان اور قرابت مندوں کے ساتھ سلوک کرنے کا اور بے حیائی، برائی اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تم کو سمجھاتا ہے۔ کیا عجب کہ تم یاد رکھو۔

یزید ثانی

یزید بن عبد الملک ۶۵ھ میں پیدا ہوا تھا۔ سلیمان بن عبد الملک عمر بن عبد العزیز کے بعد اس کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

یزید نے خلیفہ ہونے کے ساتھ ہی ان تمام اصلاحات کو جو عمر بن عبد العزیز کے زمانہ میں ہوئی تھیں مٹا کر نظام حکومت پھر بنی امیہ کے پرانے دستور کے مطابق کر دیا۔

یہ پہلا خلیفہ تھا جس نے شراب پینی شروع کی اور مغنیات کے راگ سننے میں وقت برباد کرنے لگا۔

فتنۂ ابن مہلب

یزید بن مہلب والی خراسان کو عمر بن عبد العزیز نے مال خراج کے ادا نہ کرنے پر قید کر رکھا تھا۔ اس نے قید خانہ میں جب ان کے مرض الموت کی خبر سنی تو اس ڈر سے کہ یزید بن عبد الملک کے ہاتھ میں پڑ جاؤں تو مجھکو مار ڈالے گا۔ قید خانہ سے نکل کر بھاگا اور بصرہ میں آیا۔ یہاں کا والی عدی بن ارطاۃ تھا۔ اس کو نکال کر بصرہ پر اپنا قبضہ جما لیا۔ اور فارس اور اہواز تک حکومت قائم کر لی۔ پھر اہل شام کے مقابلہ کے لئے بہت بڑی فوج تیار کی اور تقریر میں کہا کہ شامیوں سے جہاد کرنا ترک و دیلم کے جہاد سے بھی زیادہ افضل ہے۔

امام حسن بصریؒ نے اس کی مخالفت کی لیکن لوگوں نے اس خیال سے کہ ابن مہلب

سنے گا تو قتل کر دے گا انہیں خاموش کر دیا۔

وہ اس فوج کو لے کر واسط کی طرف آیا۔ شام سے یزید بن عبدالملک نے اس کے مقابلہ کے لئے اپنے بھائی مسلمہ کے ساتھ لشکر روانہ کیا فریقین میں سخت خونریزی ہوئی۔ میدان جنگ میں یزید اور اس کا بھائی حبیب دونوں مارے گئے اور مسلمہ فتحیاب ہوا۔

بقیہ آل مہلب بصرہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر مشرق کی طرف بھاگے۔ ان کے تعاقب میں فوج کا ایک دستہ بھیجا گیا۔ کرمان کے متصل جب وہ کشتیوں پر سے اتر کر خشکی کی راہ پر چلے تو مقام قندار بیل میں اس دستہ سے مقابلہ ہو گیا۔ بجز دو بچوں ابو عتبہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے کوئی ان میں سے زندہ نہیں چھوڑا گیا اور مہلب جیسے عظیم الشان سپہ سالار کا کل خاندان جس کے کارنامے امت کے لئے مایۂ فخر ہیں تباہ و برباد کر دیا گیا۔

مسلمہ کچھ دن تک عراق کا امیر رہا۔ پھر عمرو بن ہبیرہ فزاری وہاں کا والی مقرر ہوا۔

فتوحات

سمرقند کے ترکوں اور اہل سغد نے بغاوت کی۔ عمرو بن ہبیرہ نے سعید حرشی کو خراسان کا امیر مقرر کیا اور اس کو فوج دے کر بھیجا۔ اس نے پھر ان کے ساتھ جنگ کی اور ان کو قابو میں کیا۔

بلاد خزر اور آرمینیہ میں ثبیت نہرانی سرحد پر متعین تھا۔ اہل خزر نے قبچاق وغیرہ سے مدد لے کر مرج حجارہ میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی۔ اسلامی فوج کے زیادہ حصہ کو ہلاک کر ڈالا اور لوٹ لیا۔ ہزیمت خوردہ فوج بھاگ کر شام میں آئی۔ یزید بن عبدالملک نے جراح بن عبداللہ حکمی کو ایک لشکر گراں کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ وہ بردعہ پہونچا پھر خزر کی طرف بڑھا۔

دریائے کر سے عبور کر کے ان کے متعدد مقامات پر قبضہ کیا۔ اہل خزر اپنے شہزادہ کی ماتحتی میں مقابلے کے لئے آئے لیکن شکست کھاکر بھاگے اور مسلمانوں کو ان کے اوپر بہت بڑی فتح حاصل ہوئی۔ وہاں سے آگے بڑھکر ان کے ایک نہایت سنگین قلعہ پر قبضہ کیا۔ پھر بلنجر پر چڑھائی کی۔ سخت معرکہ ہوا۔ لیکن اللہ نے مدد کی اور مسلمانوں کو کامیابی عطا فرمائی۔ جراح نے وہاں کے بادشاہ کے پاس جو بھاگ گیا تھا اس کے اہل و عیال کو بھیجدیا۔ یہ مہربانی دیکھکر وہ خود حاضر ہو گیا۔ پھر اس کا سارا مال اس کو واپس کیا اور شہر بھی اس کے حوالہ کر دیا اس شرط پر کہ وہ مسلمانوں کا وفادار اور دشمنوں کی حالت سے ان کو مطلع کرتا رہے۔

ولایت عہد

یزید نے بھی اپنے بعد اپنے بھائی ہشام اور اپنے بیٹے ولید کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بنایا۔

وفات

۲۵۔ شعبان ۱۰۵ھ میں یزید بن عبد الملک نے مقام بلقاء میں وفات پائی۔ اس کا سن ۴۰ سال کا تھا۔ ۴ سال ایک مہینہ خلیفہ رہا۔

ہشام بن عبد الملک

ہشام بن عبد الملک ۷۲ھ میں پیدا ہوا تھا جب کہ عبد الملک عراق میں مصعب بن زبیر کے ساتھ جنگ میں مشغول تھا۔ اس کی والدہ عائشہ بنت ہشام بن اسماعیل مخزومی تھی۔

اپنے بھائی یزید کے انتقال کے وقت یہ حمص میں مقیم تھا۔ وہیں بذریعہ برید کے عصا اور خاتم خلافت اس کو بھیجی گئی۔ وہاں سے دمشق میں آیا اور خلافت کی بیعت لی۔

ہشام حلیم الطبع۔ عاقل و فرزانہ خلیفہ تھا۔ اس نے ایک بار شرفا میں سے کسی کو گالی دی۔ اس نے کہا کہ تم کو شرم نہیں آتی کہ خلیفہ ہو کر بدزبانی کرتے ہو۔ ہشام نے ندامت سے سر جھکا لیا اور اس سے معافی مانگی۔

احوال داخلیہ

بنی امیہ کے عہد میں زمانہ جاہلیت کی طرح عربوں میں قومی عصبیت اور منافرت پیدا ہو گئی تھی۔ ہشام کا میلان زیادہ تر قحطانیوں کی طرف تھا اس وجہ سے اس نے عراق سے ابن ہبیرہ کو معزول کر کے اس کے بجائے خالد بن عبداللہ قسری کو جو قحطانیوں کا سردار تھا وہاں کا والی مقرر کیا۔ خالد نے اپنی طرف سے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کا اور جنید بن عبدالرحمٰن کو سندھ کا عامل بنا کر بھیجا۔

اسد بن عبداللہ شجاع اور شیر دل تھا۔ اس نے ہرات اور غور کے کوہستانوں میں متعدد لڑائیاں لڑیں اور کامیاب رہا۔ ۱۱۸ھ میں اس نے بلخ کو آباد کیا۔ برمک جو مشہور برمکی خاندان کا باپ تھا اس نے اس شہر کی داغ بیل ڈالی اور عمارتیں بنوائیں اس کے بعد فوجی چھاؤنی کو جو بروقان میں تھی یہاں منتقل کر لیا۔

اسد بن عبداللہ میں قومی تعصب بہت زیادہ تھا۔ یعنی قحطان کا خیر خواہ تھا اور مضر کا مخالف۔ چنانچہ نصر بن سیار۔ عبدالرحمٰن بن نعیم۔ سورہ بن حر اور بختری بن ابی درہم کو جو بڑے بڑے نام آور صنادید مضر تھے کوڑوں سے پٹوا کر اور ان کے سر منڈوا کر اپنے بھائی خالد امیر عراق کے پاس بھیج دیا۔

ایک دن مجمع میں دوران تقریر میں اس نے کہا کہ میں مضر کا جو اہل نفاق و شقاق اور فتنہ جو و روباہ خو ہیں منہ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

اس کی اطلاع جب ہشام کو پہونچی تو اس نے خالد کو لکھا کہ تم اپنے بھائی اسد کو معزول کر دو۔ ہشام نے خود اس کے بجائے اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کا عامل

بنا کر بھیجا لیکن اس سے یہ کہدیا کہ جو کچھ مجھے لکھنا بتوسط خالد کے لکھنا۔

اشرس نیک نہاد اور فاضل آدمی تھا۔ اہل خراسان اس کی خوبیوں کی وجہ سے اس کو کامل کہتے تھے۔ اس نے ماوراءالنہر میں اشاعت اسلام کے لئے ابو صیدا، صالح بن طریف کو بھیجا۔ ان کی کوشش سے ذمی مسلمان ہونے لگے اور اس کثرت سے اسلام میں داخل ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔

بیت المال سے بتوسط اشرس کے امیر سمرقند کے نام حکم آیا کہ امسال تمہارے یہاں سے جزیہ کی بہت کم وصولی ہوئی ہے جہاں تک معلوم ہوا ہے اہل سغد نے دلی رغبت سے اسلام قبول نہیں کیا ہے بلکہ محض جزیہ سے بچنے کے لئے اس دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ لہٰذا تم دیکھو کہ ان میں سے جو ختنہ کرائے، قرآن پڑھے اور شرعی فرائض پابندی کے ساتھ ادا کرے اسی کا جزیہ چھوڑ دو اور باقیوں سے وصول کرو۔

یہ فرمان چونکہ اصولِ اسلام کے خلاف اور محض حکام کی زر پرستی کی بنیاد پر تھا جو چند پیسوں کی خاطر دین کی اشاعت میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے تھے اس لئے سب سے پہلے خود ابو صیدا، نے اس کی مخالفت کی اور نومسلموں سے کہا کہ تم ہرگز جزیہ کی رقم نہ ادا کرو۔ بعض دیگر مسلمان امرا نے بھی ان کا ساتھ دیا۔

اشرس کے امیر فوج نے لوگوں کو پکڑ کر قید کر دیا اور اہلِ سغد پر جزیہ کے لئے سختی کرنی شروع کی۔ یہ دیکھ کر انھوں نے دین اسلام چھوڑ دیا اور باغی ہو کر ترکوں کے ساتھ مل گئے۔ ان کے مقابلہ کے لئے خود اشرس فوج لے کر گیا اور آمل کے متصل دریا کو عبور کیا۔ وہیں فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ مسلمان بہت مارے گئے اور قریب تھا کہ شکست کھا جائیں لیکن اشرس کی ثابت قدمی کی وجہ سے میدان سے جنبش نہیں کی۔ آخر میں دشمن ہٹ کر بیکند کی طرف چلے گئے۔ اشرس بھی ان کی طرف بڑھا۔ ترکوں نے ہر طرف سے پانی پر قبضہ کر لیا۔ اب پیاس کی وجہ سے تمام مسلمان جاں بہ لب ہو گئے۔ آخر ایک

جماعت نے ہمت کر کے چشمہ پر سے غنیم کو ہٹا دیا اور پانی لائی۔ پھر لڑائی ہوئی جس میں مسلمان غالب آئے۔

خاقان نے یہ خلفشار دیکھکر خراسان کے اس زمانہ کے سب سے بڑے شہر کرجہ پر حملہ کر دیا۔ جہاں کچھ مسلمان اور باقی سغدی۔ نسفی۔ فرغانی اور افشیتی ذمی تھے۔ مسلمانوں نے شہر کے دروازے بند کر لئے اور باوجود قلت تعداد کے مدافعت کے لئے تیار ہوگئے۔ عورتوں اور بچوں نے بھی شرکت کی۔

خاقان نے ہر چند ان کو دھمکایا لیکن انھوں نے کہلا بھیجا کہ جب تک ہمارا ایک بچہ بھی زندہ ہے ہم مدافعت کریں گے۔

اس نے جب کوئی صورت نہیں دیکھی تو اس بات پر صلح کی کہ ہم محاصرہ اٹھا کر چلے جاتے ہیں لیکن تم لوگ بھی اس شہر کو چھوڑ کر اپنا مال و اسباب لے کر دبوسیہ کی طرف چلے جاؤ۔ دونوں فریق نے اس معاہدہ پر ایک دوسرے کے آدمی رہن میں رکھے۔ خاقان چلا گیا۔ مسلمان وہاں سے نکل کر دبوسیہ میں آگئے۔ پھر ہر فریق نے ایک دوسرے کے آدمیوں کو رہن سے آزاد کر دیا۔

سنہ ۱۱۱ھ میں ہشام نے اشرس کو معزول کر کے جنید بن عبد الرحمٰن کو خراسان کا امیر بنایا۔ اس نے تحطانیوں کو یک قلم موقوف کر دیا اور چن چن کر مضری عمال مقرر کئے۔

جنید نے سنہ ۱۱۲ھ میں اٹھارہ ہزار فوج طخارستان کی طرف اور بارہ ہزار دوسری طرف بھیجی۔ اسی درمیان میں سورہ بن الحر امیر سمرقند نے لکھا کہ خاقان نے حملہ کر دیا ہے میرے پاس اس کی مدافعت کے لئے فوج کافی نہیں ہے فوراً مدد بھیجئے۔

جنید کے پاس اُس وقت فوج تھوڑی تھی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ جب تک پچاس ہزار سپاہ نہ ہو امیر خراسان کو دریا پار نہیں جانا چاہئے اس نے کہا کہ سبحان اللہ وہاں سورہ مصیبت میں گرفتار ہے یہاں ہم پچاس ہزار کا انتظار کریں، بے تامل

کریں، بے تامل جیحوں کو عبور کرکے آگے بڑھا۔ جب سمرقند چار فرسخ رہ گیا تو خاقان نے ایک ٹڈی دل فوج کے ساتھ آکر راستہ روکا۔ جنید نے پہاڑ کو اپنے پس پشت رکھکر مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی ہوئی اور کئی روز تک جاری رہی۔ باوجود قلت تعداد کے مسلمانوں نے بے نظیر شجاعت کا اظہار کیا۔ جنید نے معرکہ کی شدت دیکھکر سورہ کو لکھا کہ تم بھی ایسی حالت میں سمرقند سے نکل کر حملہ کرو۔ اس کے پاس کل بارہ ہزار سپاہی تھے ان کو لئے ہوئے وہ بڑھا۔ جب دونوں اسلامی فوجوں میں صرف ایک فرسخ کا فاصلہ رہ گیا تو ترک بیچ میں آگئے۔ سورہ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ ترک آخر میں شکست کھاکر میدان سے ہٹ گئے۔ لیکن گرد و غبار کی کثرت سے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ پہاڑ کے ایک غار میں دونوں طرف کے بہت سے آدمی گر گر کر ہلاک ہوگئے۔

خود سورہ بھی گرا اور اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اس کی وجہ سے مسلمانوں میں ابتری پھیل گئی۔ بیشتر ترکوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور بہت کم بچے۔

جنید نے دوسری سمت سے غنیم پر حملہ کرکے اس کو ہزیمت فاش دی اور سمرقند میں داخل ہوگیا۔ وہاں سے مسلمانوں کے اہل و عیال لے کر مرو میں آیا۔

چار مہینے بعد خاقان نے پھر بخارا پر چڑھائی کی۔ جنید نے بڑھکر پھر راستہ میں روکا اور مار کر بھگا دیا۔

سنہ ۱۱۶ھ میں جنید خراسان کی امارت سے معزول کیا گیا اور اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس نے یزید بن مہلب کی بیٹی فاضلہ سے نکاح کر لیا تھا۔ اس پر ہشام اس قدر برہم تھا کہ اس نے عاصم بن عبداللہ ہلالی کو خراسان کا امیر بناکر بھیجا اور حکم دیا کہ جنید اگر سکرات موت کی حالت میں بھی تم کو ملے تو اس کا گلا گھونٹ دینا۔ لیکن جنید کو اللہ تعالےٰ نے اس کینہ پرور خلیفہ کے انتقام لینے سے پہلے ہی دنیا سے اٹھا لیا۔ عاصم نے خراسان پہونچکر جب اس کو نہ پایا تو اس کے جس قدر عمال تھے ان کو قید کر دیا۔

عاصم نے ہشام کو لکھا کہ چونکہ دارالخلافہ یہاں سے بہت فاصلہ پر ہے اس لئے خراسان کا الحاق اگر عراق کے ساتھ رہے تو بہتر ہے کیونکہ قرب کی وجہ سے یہاں سے بروقت ضرورت امداد کے فوجیں جلد آسکتی ہیں۔ ہشام نے اس کو منظور کیا۔

اس کے بعد عاصم کو معزول کر کے پھر اسد بن عبداللہ کو خراسان میں بھیجدیا اور اس کو اس کے بھائی خالد والیٔ عراق کا ماتحت کر دیا۔

عاصم نے بغاوت کرنی چاہی لیکن اہلِ لشکر نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ اسد نے آکر اس کو قید کیا اور جنید کے عمال کو جو قید خانے میں تھے رہا کیا۔

خاقان نے پھر سر اٹھایا۔ اسد نے جوزجان میں اس کو شکست دی اور اس کے سارے مال ومتاع پر قبضہ کر لیا۔ اس نے بلخ کو جو خود اس کا آباد کیا ہوا تھا اپنا مرکز بنایا۔ اس کے عہد میں مشرق میں پھر اسلامی شوکت قائم ہو گئی اور امن وامان کے ساتھ لوگ رہنے لگے۔

سنہ ۱۱۹ھ میں اسد نے ختل پر فوج کشی کی اور وہاں کے قلعہ پر قبضہ کر کے اطراف ودیار میں فوج کے دستے بھیجے اور رئیسوں اور امیروں کو تابع فرمان بنایا۔ سنہ ۱۲۰ھ میں اس نے بلخ میں وفات پائی۔ اس کے بجائے نصر بن سیار امیر خراسان ہوا۔

نصر نے مشرق میں بہت سی لڑائیاں لڑیں اور ہر ایک میں کامیاب رہا۔ اس نے نومسلموں کا جزیہ بھی جس کے اوپر پہلے بہت کچھ فساد ہو چکا تھا معاف کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہاں کثرت کے ساتھ اسلام پھیلنے لگا۔

سنہ ۱۲۰ھ میں ہشام نے خالد بن عبداللہ قسری کو عراق سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو وہاں کا امیر بنایا۔ اس شخص میں متضاد صفتیں تھیں۔ ایک طرف تو نہایت عبادت گزار، متواضع اور شیریں سخن تھا۔ دعا میں بہت گریہ وزاری کیا کرتا تھا اور فجر کی نماز کے بعد سے درود وظیفہ میں مصروف رہ کر اشراق پڑھکر مصلے سے اٹھتا تھا۔ دوسری

طرف نہایت جاہل، سفاک، بے رحم اور احمق تھا۔ کتب محاضرات میں اس کی حماقت کے بہت سے قصے مندرج ہیں۔

کوئی کپڑا خریدنے کے لئے جب دیکھنے کو منگاتا تو پہلے اس پر ہاتھ پھیرتا اگر اس کا کوئی تار ناخنوں میں الجھ جاتا تو کپڑے والے کو یا تو قید کر دیتا یا اس کے ہاتھ کٹوا لیتا۔

امام زید

یوسف بن عمر ثقفی کے عہد امارت میں ۱۲۲ھ میں امام زید بن علی بن حسین رض نے علم مخالفت بلند کیا۔ ان کے ہاتھ پر کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں نے مخفی طور پر بیعت کی۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے حامیوں میں تھے۔ بعض لوگوں نے امام زید کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی اور سمجھایا کہ اہل کوفہ اعتماد کے قابل نہیں ہیں لیکن انھوں نے نہیں مانا۔

جب یوسف فوج لے کر چلا اور مقابلے کا وقت آیا تو کوفیوں نے امام زید سے پوچھا کہ آپ شیخین کے بارہ میں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا اللہ ان کے اوپر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت کرے۔ میں نے اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ان کے متعلق کوئی بُرا کلمہ کہتے نہیں سنا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے بارہ میں ہماری جماعت کے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم خلافت کے حقدار تھے۔ ان لوگوں نے ہمارا خیال نہ کیا اور خود اس کے متولی ہو گئے لیکن اس سے وہ کافر نہیں ہوئے کیونکہ انھوں نے عدل و انصاف کیا اور کتاب و سنت پر عمل کرتے رہے۔

اہل کوفہ نے کہا کہ جب وہ آپ سے خلافت چھین کر ظالم نہیں قرار پائے تو پھر بنی امیہ سے جہاد کرنے کی آپ کیوں دعوت دے رہے ہیں؟ امام زید نے کہا کہ ان کی حالت ان سے مختلف ہے۔ یہ لوگ ہمارے اوپر تمہارے اور خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔ میں تمہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق عمل کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم میرا ساتھ دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ورنہ تمہارا حساب تمہارے ذمہ ہے۔

یہ سن کر کوفیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اس وجہ سے امام زید نے ان کو رافضی کہا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب ہو گیا۔

امام زید کے پاس صرف دو سو آدمی رہ گئے تھے۔ آخر وہ قتل ہوئے اور دفن کر دیے گئے۔ یوسف نے قبر سے نکلوا کر اُن کے جسم کو سولی پر چڑھا دیا اور سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیجا اس نے دمشق کے دروازہ لٹکا دیا۔

یمن کی ایک جماعت انھیں امام زید کی پیرو ہے جو زیدی کہی جاتی ہے۔

آرمینیہ اور آذر بائجان میں جراح بن عبداللہ امیر فوج تھا۔ اس نے بلجر تک فتح کیا۔ ۱۰۸ھ میں ہشام نے اسے معزول کر کے اپنے بھائی مسلمہ کو وہاں بھیجا۔ اس نے اپنی طرف سے حارث بن عمر طائی کو نائب مقرر کر کے سرحد پر رکھا۔ حارث نے متعدد شہر فتح کیے۔ ۱۱۰ھ میں مسلمہ خود فوج لے کر گیا اور مقام لان کے متصل ترکوں سے جنگ کر کے شکست دی۔ ۱۱۱ھ میں ہشام نے مسلمہ کو واپس بلا کر پھر جراح کو بھیجا۔ اس نے تفلیس کی طرف سے بلاد خزر پر چڑھائی کی۔

اہل خزر نے مجتمع ہو کر مقابلہ کیا۔ ترک بھی امداد کو آ گئے اور نہایت خونریز جنگ ہوئی آخر کار اردبیل میں جراح شہید ہو گیا اور اس کی فوج شکست کھا کر بھاگی۔ اس فتح سے اہل خزر کی ہمت بڑھ گئی۔ انھوں نے اسلامی مفتوحہ علاقوں پر قبضہ کرتے ہوئے موصل کی طرف پیش قدمی کی جس کی وجہ سے عالم اسلامی میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا۔

ہشام نے سعید حرشی سابق والی خراسان کو ایک فوج گراں دے کر روانہ کیا اور پھر برابر کمک پر کمک بھیجنی شروع کی۔ مقام ازرن میں جراح کی ہزیمت خوردہ فوج بھی مل گئی۔ سعید نے اس کو بھی اپنے ساتھ لے لیا اور پھر رفتہ رفتہ ایک ایک شہر اور ایک ایک قلعہ سے غنیم کو نکالتے ہوئے اردبیل تک پہنچا۔ وہاں اس کو معلوم ہوا کہ دشمن کی ایک فوج چند فرسخ کے فاصلے پر پڑی ہوئی ہے جس کے ہاتھ میں پانچ ہزار مسلمان قیدی ہیں

رات کو ان پر شبخون کیا۔ دشمن کا ایک فرد بھی قتل سے نہ بچ سکا اور کل مسلمان قیدی آزاد ہو گئے۔ ان کو لئے ہوئے باجرواں میں پہونچکر قیام کیا۔

اہلِ خزر پھر جمع ہو کر مقابلہ میں آئے لیکن سعید نے ان کو ایسا پامال کیا کہ وہ منہ پھیر کر بھاگے اور سارا مفتوحہ علاقہ چھوڑ گئے۔

ہشام نے سعید کے بجائے پھر مسلمہ کو بھیجا۔ اس کے مقابلہ کے لئے اہلِ خزر جتھا بندھ کر آئے۔ مسلمہ نے دیکھا کہ اسلامی فوج بہت تھوڑی ہے اس لئے تمام مال و متاع و خیمہ و خرگاہ چھوڑ کر بچوں اور عورتوں کو آگے اور فوج کو پیچھے رکھکر ایک ایک دن میں دو دو مرحلے طے کرتا ہوا دربند میں بھاگ آیا۔ وہاں پہونچنے کے ساتھ ہی اس کا انتقال ہو گیا۔

۱۱۴ھ میں مروان بن محمد کو ہشام نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج دے کر بلنجر کی طرف بھیجا۔ اس کی قوت دیکھکر سواحل بحر خزر کے امراء اور رؤسا نے بلا جنگ آکر مصالحت کر لی اور سارے جھگڑے مٹ گئے۔

شمال میں رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا۔ شواتی اور صوائف اپنے اپنے موسم میں ان کے مقابلہ میں بھیجی جاتی تھیں جن کے سپہ سالار بیشتر خاندان خلافت کے افراد ہوتے تھے مثلاً مسلمہ بن عبد الملک۔ مروان بن محمد۔ عباس بن ولید۔ معاویہ بن ہشام۔ سعید بن ہشام اور سلیمان بن ہشام۔ ان لوگوں نے رومیوں پر متعدد فتوحات حاصل کیں۔

ان معرکوں میں سب سے زیادہ جس شخص نے شہرت حاصل کی وہ عبد اللہ بطال تھا۔ اس کو عبد الملک نے جزیرہ اور شام کی دس ہزار فوج کا امیر بنا کر اپنے بیٹے مسلمہ کے مقدمہ لشکر پر متعین کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ عبد الوہاب بن بخت بھی ایک جانباز اور سرفروش شہسوار تھا۔ ان دونوں کی تاخت و تاراج سے رومی عاجز تھے۔ وہ ان کے نام سے لرزتے تھے اور ان کے متعلق ان میں طرح طرح کے عجیب و غریب قصے مشہور تھے۔

سنہ ۱۱۳ھ میں عبدالوہاب نے اور سنہ ۱۲۲ھ میں بطال نے شہادت پائی۔ داستان امیر حمزہ کی طرح ان دونوں بہادروں کے افسانے عربی میں ذلہمہ کے نام سے لکھے گئے۔

بحری فوج بھی برابر مصروف پیکار رہتی تھی۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن خدیج امیرالبحر تھا افریقہ میں بنی امیہ کا سب سے بڑا سپہدار عبداللہ بن عقبہ جو اندلس کی مہموں کو سر کرتا رہتا تھا۔ حجاز کا والی محمد بن ہشام مخزومی تھا۔ وہی بیشتر امیر حج مقرر ہوتا تھا۔

ہشام کے زمانے میں ممالک اسلامیہ کی اجمالی حالت یہی تھی۔ تاہم سرحد اقوام پر اسلامی قوت اور شوکت غالب تھی، خزانے معمور تھے اور رعایا خوشحال تھی۔

ہشام کے عہد میں ایک بہت بڑی خرابی بھی پیدا ہو گئی۔ وہ یہ کہ اس نے عربی قبائل کے لوگوں میں جاہلانہ عصبیت کو بہت بڑھا دیا جو تھوڑے دنوں کے بعد بنی امیہ کی خلافت کی تباہی کا موجب ہوئی۔

ولایت عہد

یزید بن عبدالملک کی وصیت کے مطابق ہشام کے بعد ولید بن یزید ولیعہد تھا۔ ہشام چاہتا تھا کہ اس کو معزول کر کے اس کے بجائے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنائے۔ بہت سے امراء کو ہمخیال بنایا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔ اس رنجش سے وہ ولید کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتا رہا۔ یہاں تک کہ ولید کا مزاج خراب اور غصہ ناک ہو گیا۔

وفات

۶۔ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵ھ میں ہشام نے وفات پائی۔ اس کی خلافت ۱۹ سال ۶ مہینہ اور ۱۱ روز رہی۔

ولید ثانی

ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان۔ اس کی والدہ ام الحجاج بنت محمد بن یوسف

ثقفی تھی۔

ہشام کی موت کے بعد جب یہ خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے سلف کے دستور کے مطابق مخالفوں سے انتقام لینا شروع کیا۔ سب سے پہلے ہشام کے اہل و عیال کے مال و جائداد کو ضبط کیا۔ اس کے بعد جن امراء نے اس کو ولیعہدی سے معزول کرانے میں ہشام کی موافقت کی تھی ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ہشام بن اسماعیل مخزومی والیِ مدینہ کے دونوں بیٹے محمد و ابراہیم کو گرفتار کر کے کوڑوں سے پٹوایا۔ پھر ان کو یوسف بن عمر ثقفی والی عراق کے سپرد کر دیا۔ اس قدر ستایا کہ دونوں مر گئے۔

سلیمان بن ہشام کے سو کوڑے مارے اور سر اور ڈاڑھی منڈوا کر شام سے عمان کی طرف نکلوا دیا اور یزید بن ہشام و نیز ولید بن عبد الملک کے کئی بیٹوں کو قید کر دیا۔ روح بن ولید اور اس کی بیوی میں جدائی کرادی۔

نیز خالد قسری کو گرفتار کر کے یوسف بن عمر والی عراق کے پاس بھیج دیا۔ اس نے عذاب دے دے کر اس کو مار ڈالا۔

ولید کے یہ ظلم و ستم دیکھ کر قضاعہ اور اہل یمن کے دل اس سے بیزار ہو گئے اور زیادہ تر یہی لوگ فوج میں تھے۔

بنی امیہ بھی خود اس کے دشمن ہو گئے اور انھوں نے اس کے متعلق طرح طرح کی افواہیں مشہور کرنی شروع کیں۔ سب سے زیادہ یزید بن ولید بن عبد الملک اس کی برائیاں کرنے لگا اور وہ چونکہ عابد اور زاہد آدمی تھا اس کی باتوں کا لوگوں پر اثر ہوا اس لئے تمام خاص و عام ولید کے دشمن ہو گئے اور مخفی طور پر یزید مذکور کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کا ساتھ دیا۔ اس نے دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا۔ جب ولید محل میں محصور ہو گیا تو قرآن مجید کو کھول کر تلاوت کرنے بیٹھ گیا اور کہا کہ آج میری وہی حالت ہے جو خلیفہ مظلوم حضرت عثمان کی ہوئی تھی۔ لوگوں نے اندر پہونچ کر اس کا سر کاٹ لیا اور اس کو نیزے پر رکھ کر

شہر میں پھرایا۔ اس کے قتل کا واقعہ ۲۸۔ جمادی الثانی سنہ ۱۲۶ھ میں ہوا۔ مدت خلافت ایک سال تین مہینے تھی۔ اس قتل سے بنی امیہ پر مصیبت کا دروازہ کھل گیا۔

یزید ثالث

یزید بن ولید بن عبد الملک بن مروان۔ اس کی والدہ فیروز پسر یزدگرد شاہ ایران کی بیٹی تھی جس کا نام شاہ آفرید تھا۔

ولید کے قتل کے بعد اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔ اس کا لقب یزید ناقص ہے کیونکہ ولید نے فوج کی تنخواہوں میں جو اضافہ کیا تھا اس نے اس کو گھٹا دیا۔

یزید اگرچہ نیک نیت تھا لیکن بنی امیہ نے اس کو ولید کے قتل کا مجرم قرار دیا۔ سب سے پہلے مروان بن عبداللہ بن عبد الملک نے جو حمص کا امیر تھا ولید کے خون کے انتقام کے لئے اہل حمص کو آمادہ کیا اور معاویہ بن یزید بن حصین کی ماتحتی میں ان کو دارالخلافے کی طرف بھیجا۔ یزید نے ان کے پاس یعقوب بن ہانی کی زبانی کہلا بھیجا کہ میں اپنی ذات کے لئے خلافت کا خواہاں نہیں ہوں بلکہ جو شخص مشورۂ عام سے خلیفہ بنایا جائے اس کو تسلیم کر لینے کے واسطے تیار ہوں۔ تم لوگ باہمی خونریزی سے باز آؤ۔ لیکن اہل حمص اس پر راضی نہیں ہوئے۔ انھوں نے ولید کے خون کا مطالبہ کیا۔ مجبور ہو کر یزید نے سلیمان بن ہشام کو فوج دے کر ان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اہل حمص اکثر مارے گئے جو باقی رہے انھوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اہل فلسطین نے بھی حمص والوں کی تقلید کی اور اپنے عامل کو نکال کر یزید بن سلیمان بن عبد الملک کو امیر بنایا۔

اہل اردن بھی ان کے ساتھ مل گئے۔ ان کا سردار محمد بن عبد الملک تھا۔ ان دونوں جماعتوں کی تعداد ۸۴ ہزار تھی۔ لیکن چونکہ ان میں آپس میں اختلاف واقع ہو گیا اس وجہ

سے یہ بھی شکست کھا کر یزید کی بیعت پر مجبور ہوئے۔

شام میں شقاق و افتراق کی یہ حالت تھی ادھر مشرق میں معاملہ اس سے بھی زیادہ سخت تھا۔ یزید نے یوسف بن عمر کو موقوف کر کے کوفے کا والی منصور بن جمہور کو مقرر کیا تھا۔ اس نے اہل عراق سے یزید کے لئے بیعت لی اور اپنی طرف سے مشرقی صوبوں کے عمال مقرر کر کے بھیجے۔ نصر بن سیار امیر خراسان نے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا اور منصور کے عمال کو واپس بھیج دیا۔ جدیع بن علی ایک یمنی رئیس جو کرمان میں پیدا ہونے کی وجہ سے کرمانی کے لقب سے مشہور تھا نصر بن سیار کی مخالفت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ قحطانی عرب اس کے ساتھ ہو گئے اور مضری قبائل نے قومی عصبیت کی وجہ سے نصر کی حمایت کی۔ نصر نے کرمانی کو پکڑ کر قید کر دیا۔ لیکن قحطانی اس کو چھڑا لے گئے۔ فریقین میں جنگ ہونے والی تھی مگر بعض لوگوں کی کوشش سے صلح ہو گئی لیکن وہ صلح اسی قسم کی تھی کہ دونوں ایک دوسرے سے پرحذر اور پرخطر تھے۔

ولایت عہد

یزید نے اپنے بھائی ابراہیم بن ولید اور پھر عبد العزیز بن حجاج عبد الملک کو یکے بعد دیگرے ولیعہد مقرر کیا۔

وفات

یزید صرف ۵ مہینے ۲۲ دن خلافت کر کے ۲۱ ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کی وصیت کے مطابق ابراہیم خلیفہ ہوا۔ لیکن مروان بن محمد جو جزیرے کا والی تھا اس کی خلافت پر رضامند نہ ہوا اور فوجیں لے کر شام کی طرف چلا۔ حمص اور قنسرین پر قبضہ کر کے دمشق کی طرف بڑھا۔ خفیف مقابلے کے بعد اس پر قبضہ کر لیا اور اپنی خلافت کی بیعت لی۔ ابراہیم خوف سے بھاگ گیا۔ لیکن مروان نے اس کو امان دے دی۔ چونکہ ابراہیم کی خلافت مروان کی وجہ سے قائم نہیں ہو سکی اس لئے اکثر مورخین نے اس کو خلفاء

میں نہیں شمار کیا ہے۔

مروان ثانی

مروان بن محمد بن مروان بن حکم۔ اس کی والدہ کردستان کی ایک کنیز تھی جو پہلے ابراہیم اشتر کے پاس تھی۔ اس کے قتل کے بعد محمد نے اس کو لے لیا تھا۔ اسی کے شکم سے ۷۰ھ میں مروان پیدا ہوا۔

مروان نہایت طاقتور اور توانا شخص تھا۔ اس کی جفاکشی کی وجہ سے لوگ اسے حمار کہتے تھے۔ افراد بنی امیہ میں شجاعت اور فن سپہ گری میں ممتاز تھا۔ متعدد لڑائیوں میں کامیابی حاصل کی اور بلاد خزر پر اسی کی کوشش سے پورا تسلط قائم ہوا۔

۱۲۷ھ میں جب ابراہیم پر غلبہ پاکر دمشق میں داخل ہوا تو وہاں اس کی خلافت کی بیعت ہوئی۔

اس کا عہد شروع سے آخر تک شورش اور اضطراب کا عہد رہا یہاں تک کہ بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت بھی اسی میں جاتی رہی۔

سب سے پہلا حادثہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کوفے میں امامت کا دعویٰ کیا۔ ان کے ساتھ شیعہ کی ایک کثیر تعداد تھی۔ اس زمانے میں عراق کے والی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے عبداللہ تھے جن کی لوگ بہت عزت اور محبت کرتے تھے انھوں نے ابن معاویہ کو مغلوب کر کے گرفتار کیا اور عراق سے نکال دیا۔

پھر شام میں خود رؤسا بنی امیہ کی سازش سے مروان کے خلاف بغاوت برپا ہونے لگی۔ اہل حمص سب سے پہلے مقابلے میں آئے۔ مروان نے بہت کشت و خون کے بعد ان کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد اہل غوطہ نے مخالفت کی۔ انھوں نے بھی

بہت نقصان اُٹھایا۔ پھر فلسطین کے لوگوں نے بغاوت کی۔ ان کا بھی وہی نتیجہ ہوا۔ آخر میں سلیمان بن ہشام بن عبد الملک اپنی خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہوا۔ بیشتر اہل شام اس کے ساتھ شریک ہو گئے مروان قرقیسا میں تھا۔ وہاں سے فوج لے کر مقابلے کے لئے آیا۔ سلیمان نے شکست کھائی اور میدان میں تیس ہزار لاشیں چھوڑ کر حمص کی طرف بھاگا۔ مروان نے تعاقب کیا۔ وہ تدمر کی طرف نکل گیا او ساتھ نہ آیا۔

خوارج

ادھر یہ خانہ جنگیاں ہو رہی تھیں۔ اُدھر عراق میں خوارج نے سر اٹھایا۔ ان کا سردار ضحاک بن قیس شیبانی تھا۔ اس نے کوفے پر قبضہ کر لیا۔ عبد اللہ بن عمر بن عبد العزیز والی عراق وہاں سے بھاگ کر وسط میں پناہ گزیں ہوئے۔ لیکن ضحاک نے وہیں آکر ان کو پکڑ لیا اور جبراً ان سے بیعت لی۔ سلیمان بن ہشام بھی مروان سے زک اُٹھا کر ضحاک کے ساتھ مل گیا۔ اب اس کا زور بڑھ گیا اور اس نے موصل پر چڑھائی کی۔ مروان نے اپنے بیٹے عبد اللہ والی جزیرے کو لکھا کہ ضحاک کو ادھر آنے سے روکو۔ وہ سات ہزار فوج لے کر نصیبین میں آیا۔ ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے۔ اس نے نصیبین کا محاصرہ کر لیا۔ مروان اطلاع پا کر اپنی کل فوج لے کر آ گیا۔ سخت جنگ کے بعد ضحاک مارا گیا خوارج نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنا لیا۔ اس نے مروان کے لشکر پر حملہ کیا۔ قلب کو توڑتا ہوا خود مروان کے خیمے تک پہنچ گیا۔ لیکن وہاں مارا گیا۔

اس کے بعد شیبان بن عبد العزیز خارجیوں کا سر لشکر ہوا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ اس کی جماعت کے لوگ ساتھ چھوڑ چھوڑ کر الگ ہونے لگے اس لئے موصل میں آ گیا۔ مروان نے بھی تعاقب کیا۔ چھ مہینے تک موصل پر جنگ ہوتی رہی۔

مروان نے اس درمیان میں یزید بن عمرو بن ہبیرہ کو عراق کا والی بنا کر بھیجا اس نے وہاں سے خوارج کو نکال کر ان کی جائدادیں ضبط کر لیں اور شیبان کے مقابلے کے لئے

ایک فوج بھیجی۔ شیبان نے جب سنا تو اس خوف سے کہ کہیں عراقی اور شامی دونوں فوجوں کے درمیان میں نہ پڑ جائے موصل چھوڑ کر فارس کی طرف چلا۔ راستے میں مقام جیرفت میں عراقی فوج سے اس کا مقابلہ ہوا۔ شکست کھا کر سیستان کی طرف بھاگا اور وہیں سنہ ۱۳۰ھ میں ہلاک ہو گیا۔

اسی زمانے میں ابوحمزہ مختار بن عوف ازدی نے بغاوت کی۔ حضر موت کا رئیس عبداللہ بن یحیٰی بھی اس کے ساتھ شریک ہو گیا۔ ابوحمزہ نے پہلے مدینے پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد شام کی طرف بڑھا۔ مروان نے ابن عطیہ سعدی کو چار ہزار سواروں کے ساتھ اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ وادی قریٰ میں فریقین میں معرکہ آرائی ہوئی۔ ابوحمزہ مارا گیا۔ ابن عطیہ وہاں سے روانہ ہو کر یمن میں عبداللہ بن یحیٰی کی گوشمالی کے لئے گیا اور اس کو قتل کر کے اس کا سر مروان کے پاس بھیج دیا۔

خاتمہ

شیعۂ بنی عباس خراسان میں ایک مدت سے اپنی کوشش میں مصروف تھے۔ بنی امیہ کی اس باہمی کشاکش اور خوارج کی شورشوں میں ان کو اپنے لئے میدان صاف مل گیا۔ چنانچہ بنی عباس کے سب سے بڑے حامی ابومسلم خراسانی نے وہاں اپنا پورا تسلط جما لیا۔ پھر قحطبہ بن شبیب کو کوفے کی طرف بھیجا۔ وہاں ربیع الاول ۱۳۲ھ میں پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور اس کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ اس نے عبداللہ بن علی کی ماتحتی میں ایک لشکر گراں مروان کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ دریائے زاب پر مقابلہ ہوا۔ مروان شکست کھا کر مصر کی طرف چلا گیا۔ صالح بن علی اس کے تعاقب میں تھا۔ مصر کے ایک گاؤں بوصیر کے کنیسہ میں مروان نے قیام کیا۔ صالح نے پہنچ کر اس کو پکڑا اور ۲۸۔ ذی حجہ ۱۳۲ھ میں قتل کر دیا۔ اس دن خلافت بنی امیہ کا خاتمہ اور خلافت بنی عباس کا آغاز ہو گیا۔

قُلِ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِیَدِکَ الْخَیْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

خلافت بنی امیہ

کے

اسباب زوال

(۱) بنی امیہ امت کی رضامندی اور مشورے سے خلافت کے متولی نہیں ہوئے تھے بلکہ انھوں نے قوت اور غلبے سے اس پر تسلط کر لیا تھا کیونکہ امیر معاویہ نے شامی فوجوں کی مدد سے عراق اور حجاز سے بیعت حاصل کی تھی۔ گو اس وقت ظاہر میں سب لوگوں نے ان کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا لیکن بہت سے دلوں میں مخالفت کی آگ دبی ہوئی تھی۔ امت کی دو جماعتیں ان کے خلاف تھیں یعنی خوارج اور شیعۂ بنی ہاشم۔

اول الذکر فرقہ نہایت جنگجو بے باک اور اپنے دعاوی پر جان فدا کر دینے والا تھا اور دوسرا گروہ جس کی تعداد عراق میں زیادہ تھی، اہل بیت کی امامت اور ان کی حمایت کا دعویدار تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت قریبہ کا شرف رکھتے تھے۔ اس لئے امت کے بہت سے افراد کو اپنے ساتھ ملا لینا ان کے لئے بہت آسان تھا۔

ایسی صورت میں بنی اُمیہ کو اپنی خلافت سنبھالنے کے لئے نہایت احتیاط، حزم، دور اندیشی اور ان سب سے زیادہ عدل و انصاف اور رحم گستری کی ضرورت تھی تاکہ امت کے دلوں میں ان کی وقعت اور محبت پیدا ہو جائے اور کسی جماعت کی مخالفت یا سازش سے اس کی بنیاد میں تزلزل نہ پیدا ہو سکے۔

امیر معاویہ اس حقیقت سے آگاہ تھے انھوں نے رؤسا بنی ہاشم اور کبرار شیعہ

کے ساتھ فیاضانہ سلوک کئے اور ان کی خاطر مدارات کر کے ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جس سے مخالفت کا جوش دب گیا اور نفرت کم ہوگئی۔

لیکن باوجود حلم دانشمندی اور دوربینی کے انھوں نے منبروں پر خطبوں میں حضرت علیؓ پر لعن وطعن کو جاری رکھا یہ ایسی سیاسی غلطی تھی کہ اس سے چشم پوشی نہیں کی جاسکتی کیونکہ اس کی وجہ سے بلا کسی فائدے کے لوگوں اور خاص کر شیعہ کے دلوں میں غم وغصے کی آگ بھڑکتی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ بعض لوگ جو اس کو برداشت نہیں کر سکتے تھے اُٹھ کر رو در رو خود خلفاء یا امراء کی تردید کر دیتے تھے۔ اس پر ان کو سزا دی جاتی تھی جس کی بدولت لوگوں میں کینہ کا جوش اور بڑھتا تھا۔

علاوہ بریں سیاسی حیثیت سے قطع نظر کر کے خود شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی مردے کو برائی کے ساتھ یاد کیا جائے کہ حضرت علی جیسے سالار امت کو جس نے اس وقت سے اسلام کی حمایت کی جب سے کہ اس کا ظہور ہوا

امیر معاویہ کے بعد ان کے جانشینوں نے اپنی قوت اور سطوت کے غرور میں مخالفین کی استمالت کی طرف توجہ نہیں کی۔ بلکہ ہمیشہ قہر اور غلبے سے ان کو دباتے رہے چنانچہ سب سے پہلے امام حسین اور پھر امام زید اور عبداللہ بن معاویہ کا واقعہ پیش آیا۔ ان کی وجہ سے شیعہ میں انتقام کا شعلہ بھڑک اٹھا۔

(۲) بنی امیہ اور خاص کر ہشام نے عربی قبائل میں زمانہ جاہلیت کی عصبیت کو جس کو اسلام نے فنا کر دیا تھا پھر زندہ کر دیا، سب سے پہلے اس کا ظہور مروان کے عہد میں ہوا مرج راہط میں ایک طرف ضحاک کے ساتھ قیس عیلان کے قبائل تھے۔ دوسری طرف مروان کے ساتھ بنی کلب تھے۔ اس وقت مروان فتحیاب ہوگیا۔ لیکن خلیفہ ہو جانے کے بعد جب ابن زیاد کے ساتھ عراق کی طرف مختار بن ابی عبید کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور اس کے میسرہ کا امیر عمر بن حباب سلمی کو جو قیس عیلان میں سے تھا مقرر کیا تو اس نے

عین اُس وقت جب کہ ابن زیاد کی فتح ہونے والی تھی قومی عصبیت کی وجہ سے میدان جنگ چھوڑ دیا اور کہا کہ ہم کشتگانِ مرج راہط کے قاتلوں کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ آخرکار ابن زیاد کو بجائے فتح کے شکست نصیب ہوئی۔ اور بیشتر اہل شام معہ اس کے مارے گئے

اس زمانے کے شعراء جریر۔ فرزدق اور اخطل وغیرہ بھی جیسا کہ ان کا کلام شاہد ہے اس حمیت جاہلیت کے بھڑکانے میں اپنے اشعار سے مدد پہونچاتے تھے۔ اور تفریق کا شیطان ان کی زبانوں سے بولتا تھا۔

خراسان میں یہ قومی منافرت بہت زیادہ تھی۔ وہاں قحطانی اور نزاری عربوں میں مخالفت تھی۔ پھر نزاریوں میں بھی ربیعہ اور مضر میں عداوت قائم تھی۔ اور مضر کی دونوں شاخوں قیس عیلان اور تمیم میں دشمنی تھی۔ خلفاء و امراء اپنے سیاسی مقاصد کے لحاظ سے اس خبیث روح کو ان میں تازہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کبھی کسی یمنی کو مقرر کر دیتے تھے وہ نزاریوں کو نکال دیتا تھا۔ پھر جب اُس سے کسی بات کا اندیشہ ہوتا تھا تو اس کے بجائے نزاری یا مضری امیر بھیج دیتے تھے۔ وہ اپنے حریفوں کا استیصال کر دیتا تھا۔ اور یہ نہیں سوچتے تھے کہ وہ اس جاہلانہ قومی منافرت کو پیدا کر کے شوکت خلافت اور امت عربیہ کی طاقت کو توڑ رہے ہیں۔

(۳) بنی امیہ میں ولی عہدی کا جو دستور تھا وہ بھی ایک بڑا سبب ان کے زوال کا ہوا۔ کیونکہ وہ اکثر ایک کی بجائے دو کو یکے بعد دیگرے ولی عہد بناتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پہلا جب خلیفہ ہو جاتا تھا تو اس فکر میں پڑتا تھا کہ دوسرے کو معزول کر کے اس کی بجائے اپنے بیٹے یا کسی عزیز خاص کو مقرر کرے۔ اس کی وجہ سے خود خاندان بنی امیہ میں باہمی عداوت اور رنجش پیدا ہوتی گئی۔

سب سے پہلے مروان اول نے دو ولی عہد مقرر کئے عبدالملک پھر عبدالعزیز جب عبدالملک تخت خلافت پر آیا تو اس نے چاہا کہ عبدالعزیز کو ولیعہدی سے نکال کر

اس کے بجائے اپنے بیٹے ولید کو مقرر کرے۔ وہ اس منصوبے کو پورا کرنے کی تدبیر میں تھا کہ اسی درمیان میں عبد العزیز انتقال کر گیا۔

دو ولیعہدوں کے تقرر کی خرابی دیکھ لینے کے بعد بھی عبد الملک نے عبرت نہیں حاصل کی۔ اور خود بھی ولید اور اس کے بعد سلیمان کو ولیعہد بنایا گیا۔ ولید نے خلیفہ ہو جانے کے بعد سلیمان کے بجائے اپنے بیٹے کو ولیعہد بنانے کی خواہش کی۔ لیکن اس کی موت نے عجلت کی۔ اور سلیمان خلیفہ ہو گیا۔ اس نے بھی عبرت حاصل نہ کی اور اپنے بعد عمر بن عبد العزیز اور یزید بن عبد الملک دو شخصوں کو ولیعہد کر گیا۔

عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو وہ نہ صرف یزید بلکہ خود بنی امیہ کے ہاتھ سے خلافت کو نکال دینا چاہتے تھے۔ اور کچھ عجب نہیں کہ بعض مورخین کا یہ بیان صحیح ہو کہ اسی خوف سے عجلت کر کے بنی امیہ نے ان کو کھانے میں زہر دے دیا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے یزید نے بھی اُسی غلطی کا اعادہ کیا یعنی اپنے بعد ہشام اور پھر اپنے بیٹے ولید کے لئے وصیت کی۔ ہشام نے ولید کی بجائے اپنے بیٹے کو مقرر کرنا چاہا۔ اس سے دونوں میں کشیدگی ہو گئی۔ چنانچہ ولید کے مزاج میں غصہ پیدا ہو گیا اور جب وہ خلیفہ ہوا تو اس کے برے نتائج نکلے۔

(۴) خلفاء بنی امیہ نے اپنے جوش انتقام میں اکثر امراء اور رؤسا کے ساتھ نہایت برے سلوک کئے۔ اور امت کے بہت سے نامور سپہ سالاروں اور بے نظیر بہادروں کو اپنے اس ناپاک نفسانی جذبے پر قربان کر ڈالا۔ سلیمان بن عبد الملک نے خلیفہ ہوتے کے بعد اس غصے میں کہ حجاج نے اس کو ولیعہدی سے معزول کرانے میں ولید کی موافقت کی تھی اس کے تمام رشتہ داروں اور ماتحت عاملوں کو سزائیں دیں۔ اور محمد بن قاسم فاتح سندھ کو مروا ڈالا اسی طرح موسیٰ بن نصیر جیسے خدمت گزار خلافت سے جس نے اسلامی عَلم کو یورپ جا کر گاڑا تھا۔ ناقابل برداشت جرمانہ وصول کیا اور سزا دی۔

اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو اس کے بیٹے عبدالعزیز والی اندلس کا سر کٹوا کر منگایا۔ اور اس مظلوم سپہ سالار کے سامنے طشت میں رکھ کر پیش کیا۔

پھر جب یزید بن عبدالملک کے ہاتھ میں عنان خلافت آئی تو اس نے آل حجاج کی حمایت کی اور مہلب بن ابی صفرا جیسے نیک نام سپہ سالار کے سارے خاندان کو برباد کر دیا۔ خلیفہ ولید بن یزید نے خالد بن عبداللہ قسری سے اپنے بیٹے کی ولیعہدی میں مدد چاہی۔ اس نے انکار کیا۔ محض اس قصور پر اس کو اس کے جانی دشمن یوسف بن عمر ثقفی کے ہاتھ پانچ کروڑ درہم پر فروخت کر دیا۔ یوسف نے اس کو شکنجے میں ڈال کر لوہے کی رتی سے اس کے سینے کو ریت ڈالا۔ وہ غریب ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالتا تھا یہاں تک کہ انھیں سختیوں سے ہلاک ہو گیا۔ حالانکہ وہ قحطان کا سب سے بڑا رئیس اور یمن کا میر قبائل تھا اور پندرہ سال تک عراق کا والی اور خلافت کا خدمت گزار رہ چکا تھا۔ خلفاء بنی امیہ کی ان ناقدردانیوں اور سختیوں کو دیکھ کر لوگوں کی طبیعتیں ان سے متنفر ہو گئی تھیں۔

خلفاء کے علاوہ ان کے عہد کے بعض امرا مثلاً زیاد۔ ابن زیاد۔ حجاج۔ یوسف بن عمر وغیرہ بھی ایسے ظالم اور سفاک تھے کہ لوگ ان کے مظالم کی وجہ سے اس خلافت سے تنگ آ گئے تھے۔

(۵) خلافت بنی امیہ کے رؤساء خود ایک دوسرے کے مخالف ہو کر آپس میں لڑائیاں کرنے لگے۔ یزید ثالث کے اوپر شام کے تمام اضلاع سے خود امرائے بنی امیہ نے فوج کشی کی۔ پھر مروان ثانی کے مقابلے میں چاروں طرف سے یہی لوگ چڑھ کر آئے تھے۔ اس تفریق کی وجہ سے ان کی متفقہ طاقت ٹوٹ گئی۔

(۶) بنی امیہ کی اس باہمی کشمکش میں جماعت شیعہ کو جو ہمیشہ سے ان کی مخالف اور ان کی خلافت کو مٹانے کی تاک میں لگی ہوئی تھی اپنے مقصد کی تکمیل کا پورا موقع مل گیا اور انھوں نے مخفی کوششوں سے انقلاب برپا کر کے آل مروان سے خلافت نکال لی۔

عہد بنی امیہ

میں

مدنیت اسلام

اس عنوان پر کچھ لکھنے سے قبل یہ امر ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ بنی عباس چونکہ بنی امیہ کے سخت ترین دشمن اور مخالف تھے اور ان کی خلافت کو مٹا کر ان کے جانشین ہوئے تھے اس وجہ سے ان کے درباروں میں خلفائے بنی امیہ کے معائب میں مبالغہ کیا جاتا تھا اور ان کے کارناموں پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ نیز بعض فرقے جو بنی امیہ سے مذہبی عداوت رکھتے تھے وہ بھی ان کی برائیوں میں غلو کرتے تھے تاریخ کی کتابیں چونکہ دولت عباسیہ میں لکھی گئیں اس لئے بنی امیہ کے متعلق وہ روائتیں جو ان کے دشمنوں یا خلفاء عباسیہ کے تقرب کے لئے ان کے حاشیہ نشینوں نے تراشی تھیں ان کتب میں مندرج ہوئیں۔ اس لحاظ سے بنی امیہ کی تاریخ یک طرفہ ہم تک پہونچی ہے۔ انھیں سے جو کیفیت معلوم ہوئی لکھی جاتی ہے۔

عہد بنی امیہ کی ابتدا اس دن ہوئی جس دن امیر معاویہ کے ہات پر بیعت عام کی گئی۔ یعنی ۲۵۔ ربیع الاول ۴۱ھ اور اس کا خاتمہ مروان ثانی کے قتل پر ۲۷ ذالحجہ ۱۳۲ھ ہوا۔ اس خاندان میں خلافت ۹۱ سال ۹ مہینے رہی۔

خلافت۔

بنی امیہ کے زمانے میں خلافت اسلامیہ نے شاہانہ شان و شوکت اختیار کر لی۔ خلفائے راشدین تو محافظ رکھتے تھے نہ دربان۔ لیکن خلفاء بنی امیہ کے لئے جامع مسجد

میں بھی مقصورے بنائے جاتے تھے اور جب وہ نماز پڑھتے تو دائیں بائیں مسلح سپاہی کھڑے رہتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبے میں فرمایا تھا کہ جو شخص مجھ میں کوئی کجی دیکھے اس کو سیدھا کر دے اور عبد الملک اموی خلیفہ نے بر سر منبر کہا کہ آج سے اس مقام پر جو شخص مجھ سے یہ کہے گا کہ "اللہ کا خوف کر" میں اسے قتل کر دوں گا۔

خلفاء راشدین عام لوگوں کی طرح بازاروں میں پھرتے اور سب کے ساتھ مسجدوں میں جاکر نماز پڑھتے اور بیٹھتے تھے لیکن ولید بن عبد الملک جس وقت مسجد نبوی دیکھنے کے لئے گیا تو وہاں سے سب لوگ نکال دئے گئے۔ شیخ مدینہ سعید بن المسیب کی جلالۃ قدر اور بزرگی کا احترام نہ ہوتا تو وہ بھی اس میں نہ رہنے پاتے۔

خلفاء راشدین کے لئے کوئی امتیازی علامت نہیں تھی لیکن بنی امیہ کے عہد میں ہم عصائے خلافت اور خاتم خلافت کا بھی ذکر پاتے ہیں۔

خلفاء راشدین رعایا کے معمولی افراد کی طرح بسر کرتے تھے۔ بیت المال کی خود اپنے مال سے زیادہ حفاظت کرتے تھے اور اس پر بھی کہتے تھے کہ قیامت کے دن خلافت کی ذمہ داریوں سے ہم اگر بلا عذاب اور بلا ثواب نکل گئے تو بہت بڑی کامیابی ہے لیکن خلفاء بنی امیہ شاہانہ شان سے رہتے تھے اور بیت المال کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھتے تھے۔ بلکہ ان میں سے بعض بعض مثلاً یزید بن عبد الملک اور ولید بن یزید کی نسبت مے نوشی اور مغنیات کا راگ سننے کی روائتیں بھی ہمارے کانوں تک پہونچتی ہیں۔

خلافت راشدہ میں سیاست کتاب وسنت کے مطابق تھی لیکن عہد بنی امیہ میں قوت۔ غلبہ اور قہر کی حکمرانی قائم ہوئی یہاں تک کہ عبد الملک بن مروان نے لوگوں سے صاف صاف کہہ دیا کہ تم کیونکر یہ خواہش رکھتے ہو کہ ہم شیخین کے طریقے سے تمہارے اوپر حکومت کریں پہلے خود تو ویسے بنو جیسے ان کے زمانے کے لوگ تھے۔

مگر باوجود ان سب باتوں کے بنی امیہ نے عربیت اور ایک حد تک اس کی سادگی کو قائم رکھا۔ ان میں عجمی خصائل اور عجمی تکلفات نہیں پیدا ہوئے۔ ان کی سیاست کی بنیاد عیاری اور چالاکی پر نہیں بلکہ قوت اور شوکت پر رہی اور اپنے تقریباً صد سالہ عہدِ خلافت میں انھوں نے کل اسلامی ممالک کو ایک جھنڈے کے نیچے رکھا جن کو بنی عباس ایک دن بھی نہ رکھ سکے۔

انتخاب خلیفہ

خلفاء راشدین میں سے ہر ایک کی نوعیتِ انتخاب جداگانہ تھی مگر مشورہ اور بیعت عام یعنی جمہوریت کی روح ہر ایک میں موجود تھی لیکن بنی امیہ نے انتخاب کا یہ دستور رکھا کہ صرف اپنے خاندان میں سے جس کو پسند کرتے تھے اسی کو ولیعہد بنا دیتے تھے۔ بنی امیہ کے تیرہ خلفاء میں سے ۹۔ اسی طرح خلیفہ ہوئے باقی چار یعنی امیر معاویہ۔ مروان بن حکم یزید بن ولید اور مروان بن محمد نے قوت اور غلبے کے ذریعے سے خلافت حاصل کی۔ یہی وجہ تھی کہ بنی امیہ کی خلافت پر استبداد کا رنگ غالب تھا۔

فوج

خلافت بنی امیہ اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس کا تمام زمانہ فتوحات اور اسلامی شوکت کا زمانہ تھا۔ ہر چند کہ ان کے عہد میں اندرونی شورشیں بھی برابر ہوتی رہیں۔ کبھی شیعہ اٹھے اور کبھی خوارج نے سر اٹھایا۔ لیکن یہ دولت فوجی لحاظ سے اس قدر قوی تھی کہ باوجود ان رکاوٹوں کے اس کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔

ولید بن عبد الملک کے عہد میں اندرونی جھگڑوں سے ذرا پناہ ملی تو ایک دم فتوحات کا رقبہ کہاں سے کہاں پہونچ گیا۔ مشرق میں سندھ اور چینی ترکستان تک شمال میں بحر خزر۔ آذربائجان اور بلادِ روم تک۔ مغرب میں اندلس تک۔

چونکہ یہ جنگی دولت تھی اس میں بہت سے ایسے نامور اور ممتاز سپہ سالار ہوئے

جن کے کارنامے یادگارِ زمانہ ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا مفصل ذکر ہم لکھ آئے ہیں لیکن اس موقع پر ان کی فہرست لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۱) مہلب بن ابی صفرہ۔ عراق و فارس میں خوارج کی لڑائیوں میں نہایت بہادری اور جانبازی کا ثبوت دیا اور بڑی عزت اور شہرت حاصل کی۔

(۲) قتیبہ بن مسلم باہلی۔ ماوراء النہر کی فتوحات میں عظیم الشان کارنامہ چھوڑا۔

(۳) یزید بن مہلب۔ جرجان اور طبرستان میں فتوحات حاصل کیں۔ اپنے باپ سے بھی زیادہ شجاع تھا۔ کہیں اس کا قدم پیچھے نہیں ہٹا۔

(۴) اسد بن عبداللہ قسری۔ ماوراء النہر میں اس کے رعب کی وجہ سے وہاں کے رؤسا اس کو ملک العرب کہتے تھے۔

(۵) محمد بن قاسم ثقفی۔ فاتح سندھ۔ سترہ سالہ سپہ سالار جس کی نظیر تاریخ نہیں پیش کر سکتی۔

(۶) محمد بن مروان۔ آرمینیہ اور آذربیجان میں خطرناک معرکوں میں دشمنوں پر فتوحات حاصل کیں۔

(۷) جراح بن عبداللہ حکمی۔ بلادِ خزر میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور وہیں شہادت پائی۔

(۸) مسلمہ بن عبدالملک۔ بنی امیہ کا سب سے شجاع فرد۔ قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا۔ بلادِ روم و خزر میں فتوحات حاصل کیں۔ اس کی والدہ ام الولد تھی اور ابتداء میں بنی امیہ کے نزدیک ام الولد کی اولاد خلافت کی مستحق نہیں سمجھی جاتی تھی ورنہ یہ ضرور خلیفہ ہو جاتا۔

(۹) مروان بن محمد۔ بنی امیہ کا آخری خلیفہ۔ اسی نے حدودِ آرمینیہ و سواحل بحرِ خزر کو قابو میں کیا۔

(۱۰) عبداللہ بطال۔ اس کے نام سے رومی لرزتے تھے۔ اس کا فسانہ داستان امیر حمزہ کی طرح سے ولہمہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۱) عباس بن ولید۔ یہ مسلمہ بن عبدالملک کا ہمسر اور ہم رتبہ امیر تھا کئی بار اس نے رومیوں کو شکست دی۔

(۱۲) عقبہ بن نافع۔ فاتح مراقش و سپہدار قیروان۔ اس نے بحرِ ظلمات میں اپنا گھوڑا ڈال دیا تھا۔ اقوام بربر کے ساتھ اس کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ وہیں شہید بھی ہوا۔

(۱۳) موسیٰ بن نصیر، فاتح اندلس۔

(۱۴) طارق بن زیاد۔ موسی بن نصیر کا غلام۔ جس نے اندلس میں پہلے جا کر ۱۲ ہزار فوج سے راڈرک کی ایک لاکھ فوج کو شکست دی۔ ان کے علاوہ اور بھی امرائے فوج تھے جنھوں نے شجاعت اور شہامت کے جوہر دکھائے لیکن اس قدر ممتاز نہ ہو سکے۔

فوج کی تعداد صوبے میں بڑھا دی گئی۔ خاص کر افریقہ میں۔ اور عراق اور شام تو ان کے مرکز تھے۔

بری فوج کے علاوہ بحری بیڑہ بھی نہایت زبردست تھا۔ سترہ سو مسلح کشتیاں امیر معاویہ کے عہد میں تیار ہو چکی تھیں۔ ان کے بعد اور بھی اضافہ ہوتا رہا۔ عبداللہ بن قیس حارثی اور جنادہ بن ابی امیہ نے بحری لڑائیوں میں بڑی شہرت حاصل کی رومیوں کو سطحِ آب پر کئی بار کشست دی۔ جزائر قبرس۔ رودس اور کریٹ فتح کئے اور قسطنطنیہ پر کئی بار حملہ آور ہوئے سواحلِ افریقہ کی حفاظت کے لئے بھی ایک بحری بیڑہ متعین تھا۔

دولت بنی امیہ تک یہ خصوصیت قائم رہی کہ تمام ملکی حکومتیں اور فوجی امارتیں بری اور خود اہل عرب کے ہاتھ میں تھیں۔

امرا بنی امیہ

امرا بنی امیہ بالعموم مسلم اور غیر مسلم اقوام پر مہربان تھے اور خلق و فیاضی کا برتاؤ کرتے تھے محمد بن قاسم سندھ کے ہندو راجاؤں کو جو اس کی اطاعت میں آ گئے تھے اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا اور ان کا اعزاز کرتا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان لوگوں نے اس کا

ساتھ دیا۔ چنانچہ اس نے جب ملتان پر فوج کشی کی ہے تو اس کے لشکر کا سپہ سالار راجہ کاکسا تھا جو راجہ داہر کا چچازاد بھائی تھا۔

قتیبہ امیر خراسان کی فوج میں اس کے حسن سلوک کی وجہ سے خود سغدی اور تورانی امرا شریک ہو گئے تھے۔ امیر نیزک کا حال ہم لکھ چکے ہیں کہ اس نے کس قدر مسلمانوں کی مدد کی تھی۔

جس وقت باہمی اختلاف کی وجہ سے قتیبہ کو وکیع نے قتل کر دیا اس وقت ایک خراسانی امیر نے یہ الفاظ کہے۔

> مسلمانو! تم اپنے بڑے آدمیوں کی قدر نہیں کرتے۔ قتیبہ نے یہاں جیسے عظیم الشان کام کئے آج تک کوئی نہ کر سکا۔ اگر وہ ہماری قوم کا ہوتا تو اس کی وفات کے بعد اس کی نعش کو ہم تابوت میں رکھ لیتے اور جب کسی لڑائی پر جاتے تو اس کو آگے لئے ہوئے اس کی برکت سے فتح کے طالب ہوتے۔

جراح حکمی نے جو بلادِ خزر پر متعین تھا جب بلنجر کو فتح کیا تو وہاں کے بادشاہ کے پاس جو بھاگ گیا تھا اس کے اہل وعیال کو عزت و آرام کے ساتھ پہونچا دیا۔ یہ مہربانی دیکھ کر خود حاضر ہو گیا۔ جراح نے اس کا شہر اور ملک اس کو واپس دے دیا اور صرف یہ شرط کی کہ دشمن جب ادھر سے آنے کی تیاری کرے تو ہم کو مطلع کر دینا۔

موسیٰ بن نصیر کے سلوک نے تو افریقہ کی بربر قوموں کو نہ صرف اس کا تابعدار بلکہ مذہبی بھائی بنا دیا اور اس نے انھیں کی امداد سے ماوراء بحر فتوحات حاصل کیں۔

انتظام ممالک

خلفاء اپنی طرف سے ان امرا کو جن کو ملکی انتظام کے مستقل اور مکمل اختیارات ہوتے تھے اپنا قائم مقام بنا کر صوبوں میں بھیج دیتے تھے۔ یہ امرا پورے صوبے کی حکومت کے ذمہ دار ہوتے تھے اور اپنے ماتحت عمال کو خود مقرر کر دیتے تھے۔

بنی امیہ کے عہد میں تمام اسلامی مقبوضہ چھ امارتوں پر منقسم تھا۔

(۱) حجاز یعنی مکہ۔ مدینہ۔ طائف وغیرہ۔ یمن بھی کبھی حجاز کے ساتھ ملحق کر دیا جاتا تھا اور کبھی وہاں ایک مستقل امیر رہتا تھا۔

(۲) عراق۔ کوفے سے لے کر کل مشرقی حدود تک۔ خراسان بھی اسی امارت کے ماتحت تھا۔ کبھی کبھی وہاں کا امیر براہ راست خود دربار خلافت سے مقرر کر دیا جاتا تھا۔ بلاد یمامہ کبھی حجاز میں شامل کر دیئے جاتے تھے کبھی عراق میں۔

(۳) جزیرہ و آرمینیہ۔ اس میں موصل سے لے کر آذربیجان اور آرمینیہ تک کا تمام علاقہ شامل تھا۔

(۴) شام۔ اردن۔ حمص۔ دمشق۔ قنسرین۔ چاروں ولایات کا مجموعہ۔

(۵) مصر۔ اس ایالت میں شمالی افریقہ بھی شامل تھا۔ کبھی کبھی دو والی رہتے تھے۔ ایک مصر کا ایک قیروان کا۔

(۶) اندلس۔ یہاں کبھی مستقل امیر رہتا تھا اور کبھی قیروان کے امیر کے ماتحت کر دیا جاتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے کسی عامل کو بھیج دیتا تھا۔

ہر ایک ایالت کا امیر اندرونی معاملات میں خود مختار رہوتا تھا۔ صرف بیرونی اور سیاسی امور میں خلیفہ سے اس کو اجازت لینی پڑتی تھی۔ ان تمام امراء بنی امیہ حجاج بن یوسف امیر عراق و وزیر مشرق زیادہ با اختیار تھا کیونکہ اس پر خلفاء کو پورا اعتماد تھا۔

دیوان حکومت

دفاتر تین قسم کے تھے۔

(۱) دفتر فوج۔ اس کو حضرت عمر کے عہد میں انھیں کے حکم سے حضرت عقیل بن ابی طالب۔ مخرمہ بن نوفل اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم نے مرتب کیا تھا۔ اس لئے یہ ابتدا ہی عربی میں تھا۔

(۲) دفتر انشاء جہاں سے امراء اور عمال وغیرہ کے نام احکام اور خطوط بھیجے جاتے تھے۔ یہ عربی کے سوا اور کسی زبان میں کیونکر ہو سکتا تھا۔

(۳) دفتر خراج۔ جس میں سلطنت کے مالیہ کا حساب رہتا تھا۔

ایران کا دفتر خراج فارسی میں۔ شام کا سریانی میں اور مصر کا قبطی میں چلا آتا تھا۔ ابتدائے عہد میں چونکہ مسلمان ان زبانوں سے واقف نہ تھے اس لئے ان کو بدستور رہنے دیا اور انھیں مقامات کے عملہ سے کام لیتے رہے۔

حجاج بن یوسف والی عراق کے دفتر میں ایک نوجوان صالح نامی جس کا باپ عبدالرحمن سیستان کے اسیران جنگ میں آیا تھا ملازم ہوا۔ وہ چونکہ عربی اور فارسی دونوں زبانیں جانتا تھا اس لئے حجاج نے اس کو حکم دیا کہ دفتر کو فارسی سے عربی میں منتقل کرے۔ صالح نے اس کے حکم کی تعمیل کی۔ عجمی عملہ نے جب یہ دیکھا تو اس کے سامنے ایک لاکھ درہم لاکر رکھا اور کہا کہ امیر تم کو اس کام کا اس سے زیادہ انعام نہیں دے گا۔ لہذا تم یہ رقم لے لو اور اس کو سمجھا دو کہ عربی میں ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ مگر صالح نے ان کی بات قبول نہیں کی اسی زمانے سے ایران کا دفتر عربی میں آگیا۔

عبدالحمید بن یحییٰ وزیر کہا کرتا تھا کہ اللہ صالح کا بھلا کرے۔ اس نے اسلامی حکومت پر بہت بڑا احسان کیا۔

ملک شام میں ولید کے زمانے میں سلیمان بن سعید کاتب نے دفتر کو سریانی سے عربی میں ترجمہ کر ڈالا۔

جب سر دفتر ابن سرجون رومی نے دیکھا کہ ترجمہ بالکل صحیح ہے تو اس نے ان رومیوں سے جو دفتر میں کام کرتے تھے پکار کر کہا کہ آج کے دن سے دفتر تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا اب تم اپنی روزی کے لئے کوئی اور دروازہ تلاش کرو۔

مصر میں بھی وہاں کے والی عبداللہ بن عبدالملک نے ولید کے زمانے میں ۸۳ھ

میں ابن یربوع فزاری باشندہ حمص سے قبطی دفتر کو عربی میں منتقل کرالیا۔ اس طرح پر اسلامی حکومت کے کل دفاتر عربی زبان میں آ گئے۔

محکمۂ قضا

بنی امیہ کے عہد میں بھی یہ محکمہ اسی سادہ طریقہ پر رہا جس طرح خلفاء راشدین کے عہد میں تھا۔ قاضیوں کا تقرر اور انتخاب بشتر امراء کے ہاتھ میں تھا۔ کبھی کبھی دربار خلافت سے مقرر کر کے بھیج دئے جاتے تھے۔

دار الخلافہ کے قاضی کو ہمیشہ خود خلیفہ منتخب کیا کرتا تھا۔ لیکن دوسرے قاضیوں پر اس کو کوئی خاص امتیاز نہیں حاصل ہوتا تھا

احکام فقیہہ چونکہ اس وقت تک کتابوں میں مدوّن نہیں ہوئے تھے اور نہ سلطنت کی طرف سے کوئی جامع قانون مرتب ہوا تھا۔ اس لئے یہ قضاۃ اپنی رائے اور اجتہاد اور شہر کے مفتیوں سے مدد لے کر مقدمات کے فیصلے کیا کرتے تھے اور ان کو اس میں پوری آزادی تھی۔

ان کی تنخواہیں ۱۲۰ دینار سالانہ سے لے کر ۲۰۰ دینار تک ہوتی تھیں۔

اوقاف اور یتیموں کے مال کی نگرانی بھی انھیں کے ذمہ ہوتی تھی۔ حدودِ شرعیہ یعنی قصاص و قطع ید وغیرہ کا اجراء خلفاء اور امراء کے اختیار میں تھا۔

اشاعت اسلام

خلافت راشدہ میں ایران، شام اور مصر کی قوموں میں بالعموم اسلام پھیل چکا تھا۔ عہد بنی امیہ میں جو رقبہ اسلامی حکومت میں شامل ہوا اس میں بھی یہی حالت ہوئی۔ خراسان ماوراء النہر۔ سواحل بحر قزوین۔ پھر مغرب میں طرابلس۔ تونس اور مراقش ہر جگہ کے باشندوں نے کثرت کے ساتھ اسلام کو قبول کیا۔ خاص کر عمر بن عبد العزیز کے عہد میں سغدی امیروں اور سندھی راجاؤں نے اس دین کو اختیار کیا۔ یہاں تک کہ بیت المال میں جذیہ کی آمدنی

کم ہو گئی اور وہاں سے امیر سمرقند کے نام فرمان پہونچا کہ لوگ جزیے سے بچنے کی غرض سے اسلام قبول کر رہے ہیں لہٰذا تم دیکھو جو ختنہ کرائے، قرآن پڑھے اور شرعی فرائض کا پابند ہو اسی کا جزیہ معاف کرو اور باقیوں سے وصول کرو۔

لیکن یہ فرمان چونکہ اصول اسلام کے خلاف تھا اس لئے سب سے پہلے اس کی مخالفت خود ان لوگوں نے کی جو اس دیار میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے۔ یہ جھگڑا زیادہ بڑھا آخر میں نصر بن سیار امیر خراسان کو نو مسلموں کے جزیے کی رقم بالکل معاف کرنی پڑی پھر فرغانی اشینی اور تورانی قومیں بیشتر مسلمان ہو گئیں۔

مغرب میں بربر اقوام تمامتر اسلام لائیں لیکن بار بار مرتد ہوتی رہیں۔ آخر میں موسیٰ بن نصیر کے عہد میں بارھویں مرتبہ مسلمان ہوئیں۔ اس وقت سے ثابت قدم ہو گئیں اور اس نے انھیں کے ذریعے سے اندلس اور پرتگال فتح کیا۔

امن و رفاہیت خلق

ہر چند کہ ملک میں اندرونی شورشیں بھی اکثر برپا ہوئیں اور بیرونی لڑائیاں بھی جاری رہیں لیکن عمال سلطنت کی انتظامی قابلیت کی وجہ سے امن عامہ عمدگی کے ساتھ قائم رہا۔ چوری یا رہزنی کے وقوعے کم ہوتے تھے۔ راستے اور کاروان اور مسافر محفوظ تھے۔

خلق کی رفاہیت اور خوش حالی کا یہ عالم تھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں یہ حالت پہونچ گئی تھی کہ لوگ اشرفیوں کی تھیلیاں لے کر تلاش میں نکلتے تھے اور کوئی صدقہ لینے والا نہیں ملتا ہے۔

زیاد اور حجاج وغیرہ والیان عراق اگرچہ سفاک اور خونریز تھے لیکن ان کی تمام سختیاں زیادہ تر اپنے مخالفین کے ساتھ ہوتی تھیں۔ ملکی انتظام میں ان کی بیدار مغزی سے کون انکار کر سکتا ہے۔ چنانچہ زیاد نے کوفے میں اعلان کرا دیا تھا کہ جس کا جس قدر مال چوری جائے وہ مجھ سے آکر وصول کر لے۔ اس کے عہد میں خود کوفے میں جو شورشوں

کا مرکز تھا لوگ راتوں کو بھی اپنے مکانوں اور دکانوں کے دروازے نہیں بند کرتے تھے۔

حجاج کے ظلم کی اس قدر شہرت ہے لیکن ابن اشعث کے فتنے میں جب کوفے کی حکومت اس کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد وہ آکر قابض ہوا تو اُس نے امام شعبی سے پوچھا کہ ہمارے بعد کیسی حکومت رہی۔ انھوں نے جواب دیا کہ تمھارے بعد خوف کے بستر پر سوتے اور بیداری کا سرمہ لگایا۔

علوم

امیر معاویہ کو تاریخ سے بہت ذوق تھا۔ وہ لوگوں کو ملازم رکھ کر ان سے گذشتہ حالات سنا کرتے تھے۔ ان کے حکم سے عبیدہ بن شربہ ایک یمنی شخص نے قدیمی واقعات کو ایک کتاب کی شکل میں مدون کیا تھا۔

خاندان بنی امیہ میں سے خود خالد بن یزید اول بڑا عالم اور علم دوست تھا۔ اس نے یونانی فنون حاصل کئے اور کیمیا اور طب میں رسائل لکھے۔

علامہ ابن جبیر نے عبد الملک کی استدعا پر فن تفسیر کی پہلی کتاب لکھی۔ اسی عہد میں دیگر بزرگوں مثلاً موسیٰ بن عقبہ اور وہب بن منبہ نے بھی کتابیں مدون کیں۔ حضرت عمر بن عبد العزیز کے عہد میں ان کے حکم علماء نے احادیث نبوی کے مجموعے تیار کئے۔ حجاج بن یوسف نے اہلِ عجم کو تلاوت میں غلطیوں سے محفوظ رکھنے کے لئے قران میں نقطے اور اعراب لگوائے۔ ہشام بن عبد الملک نے ایران کی تاریخ کا فارسی سے عربی میں ترجمہ کرایا۔

تعلیم

فتوحات اور مہمات جنگ کی مصروفیتوں کی وجہ سے خود خلفاء بنی امیہ نشر علم کی طرف زیادہ توجہ نہ کر سکے۔ لیکن سیکڑوں ائمہ اور علماء ملک کے ہر گوشے میں اس فریضے کو اچھی طرح انجام دے رہے تھے۔ مکے میں عطاء بن رباح۔ مدینے میں سعید بن مسیب۔ شام میں امام مکحول۔ بصرے میں امام حسن بصری۔ کوفے میں امام شعبی اور ابراہیم نخعی خاص طور پر مشہور ہوئے

امام اعظم ابو حنیفہ فقہ مرتب کر رہے تھے۔ امام خلیل بن احمد نے فن عروض اور ابوالاسود نے علم نحو ایجاد کر لیا تھا الغرض اسلامی علوم کا وہ چمن جو خلافت عباسیہ میں برگ وبار لایا عہد بنی امیہ میں لگایا جا چکا تھا۔

جریر۔ فرزوق اور اخطل وغیرہ اسلامی عہد کے ممتاز شعراء بنی امیہ کے درباروں سے تربیت پاتے تھے۔

رفاہ عام

امیر معاویہ کے حکم سے اطراف مدینہ میں چشمے نکالے گئے۔ اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں جہاں پانی جمع ہوتا تھا بند بندھوائے گئے۔ ان سے کھیتوں اور نخلستانوں کی آبپاشی ہوتی تھی۔

ولید نے جامع دمشق بنوائی اور مسجد اقصیٰ اور مدینہ کو اضافہ کر کے از سر نو تعمیر کیا۔ اس زمانے میں اسلامی ممالک میں تعمیر کا کام عام ہو گیا تھا۔ ہر ہر شہر میں امراء اور رؤساء نے بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں۔

ولید نے شہروں کے راستے بھی درست کرائے۔ ان میں جہاں جہاں خطرات تھے ان کی حفاظت کا سامان کیا۔ مسافروں کے لئے سرائیں بنوائیں اور کنوئیں کھدوائے شہروں میں مہمان خانے اور شفاخانے بنوائے۔ غربا اور مساکین کے لئے محتاج خانے قائم کئے اندھوں کے واسطے راہبر اور اپاہجوں کے لئے خدمتگار مقرر کئے اور ان کو وظیفہ دیا۔

ہشام نے اپنے عہد میں مکہ مکرمہ کے راستے میں زائرین کے پانی پینے کے لئے جا بجا حوض بنوائے اور کنوئیں کھدوائے۔

دولت بنی امیہ میں متعدد شہر بھی آباد ہوئے۔ عقبہ بن نافع نے قیروان۔ حجاج نے واسط۔ اسد بن عبداللہ نے بلخ اور سلیمان بن عبدالملک نے رملہ آباد کرایا۔

سکہ

یہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ خلافت راشدہ میں حضرت عمر اور پھر حضرت عثمان نے اپنے عہد میں ایرانی شکل کے درہم اسلامی نقوش کے ساتھ ڈھلوائے تھے۔ امیر معاویہ نے اپنے زمانے میں درہم کا وزن کم کر دیا اور اس کی شکل بھی بدل دی۔ دینار میں جو طلائی سکہ تھا ایک طرف انسان کی تصویر بنوائی جس کے گلے میں تلوار حمائل تھی۔

عبداللہ بن زبیر نے مکہ میں اور ان کے بھائی مصعب نے عراق میں مدوّر درہم ڈھلوائے۔

عبدالملک نے ۷۶ھ میں بڑی احتیاط کے ساتھ حسابی اصول کے مطابق درہم اور دینار کے اوزان مقرر کر کے نئے سکے مضروب کئے۔ دینار پر تصویر تھی۔ جب یہ مدینے میں پہونچے تو وہاں چند صحابہ جو باقی رہ گئے تھے انھوں نے اس کی تصویر کو ناپسند کیا لیکن سعید بن مسیب فقیہہ مدینے نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ وہ انھیں سکوں کو خرید و فروخت میں استعمال کرتے تھے۔

اس کے بعد عراق۔ واسطہ اور جزیرے میں ٹکسالیں قائم کی گئیں جن میں اسلامی سکے مضروب ہونے لگے۔

تصانیف مولانا اسلم جیراجپوری

تاریخ الامّت: ابتدا سے اسلام کی مکمّل، مستند اور مربوط تاریخ جو نہایت تحقیق کے ساتھ سلیس اور صاف زبان میں لکھی گئی ہے اور بوجہ اپنی خوبیوں کے جگہ جگہ نصاب میں داخل اور ملک میں مقبول ہو چکی ہے۔

حصّہ اوّل :	سیرۃ الرّسول	عہ
" دوم :	خلافت راشدہ	سے
" سوم :	خلافت بنی اُمیّہ	عہ
" چہارم :	خلافت عبّاسیہ	زیر طبع
" پنجم :	عبّاسیہ بغداد	"
" ششم :	عبّاسیہ مصر	"
" ہفتم :	آل عثمان	"
" ہشتم :	تاریخ اسلام اور قرآن	"

نکاتِ قرآن: قرآن کریم کے سیکڑوں نکتے بطور سوال و جواب لکھے گئے ہیں؛ سوالات قرآن سے لئے گئے ہیں اور جوابات بھی قرآن سے دیئے گئے ہیں۔ .... عہ

خواتین: ۳۳ مشہور اسلامی خواتین کی سوانح عمریاں اور ان کے مستند تاریخی حالات درج ہیں۔ .... للعہ

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ دہلی